یا اللہ مدد
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بانی
محمد سرفراز خان صفدر

زیر نگرانی
قاضی مظہر حسین

مجلہ صفدر

85 مارچ 2018 — جمادی الثانیہ / رجب ۱۴۳۹ھ

جناب جاوید احمد غامدی کا شمار ہمارے ملک کے ان دانشوروں میں ہوتا ہے جو باقاعدہ فارغ التحصیل عالم دین تو نہیں، البتہ مرزا غلام احمد قادیانی، ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ عنایت اللہ مشرقی اور چوہدری غلام احمد پرویز کی طرح انہوں نے کچھ مختلف اساتذہ سے اور زیادہ تر اپنے ذاتی مطالعہ سے دینی علم حاصل کیا اور اس طرح دینی علوم کے ساتھ کچھ تعلق قائم کرلیا۔ اپنے حلقہ میں وہ بہت بڑے دینی مفکر اور اسلامی اسکالر کی حیثیت سے متعارف ہیں، اپنے مخصوص و موثر طرز گفتگو کی وجہ سے وہ ٹی وی سکرین پر عموماً چھائے رہتے ہیں، اور دینی حقائق و افکار اور اُصول و ضوابط سے ناواقفیت رکھنے والے عوامی طبقہ میں انہیں خاصی پذیرائی بھی حاصل ہے، جیسا کہ عموماً ایسے لوگوں کو پبلک کے اندر حاصل ہو ہی جایا کرتی ہے، اور ماضی قریب کی تاریخ اس پر خوب شاہد ہے۔

غامدی صاحب چونکہ دین کو ریاست سے بے دخل کردینے کا فکر و عقیدہ رکھتے ہیں، اس لیے انہوں نے اپنا ایک سیاسی منشور بھی تیار کر رکھا ہے۔ [آئین محمدی اور قانون غامدی: ۱۳]

مظہریہ دار المطالعہ

0543-4662774 0534-4662774

یا اللہ مدد | حیات النبی ﷺ زندہ باد | شان رسالت ﷺ زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ | شان صحابہ زندہ باد | مقام امام اعظم ابوحنیفہ زندہ باد | حق چار یار

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

بفیضان

مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ

حضرۃ مولانا **قاضی مظہر حسین** نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد

محدثِ عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا **محمد سرفراز خان صفدر** نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید: حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ — خلیفہ مجاز: امام الموحدین رئیس المفسرین حضرۃ مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

مفسر قرآن ولی کامل حضرۃ مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرۃ مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرۃ مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخر اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا عبداللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرۃ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امین ملت مناظر اسلام حضرۃ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلکِ احناف شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمان مسلکِ دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرۃ مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا عبدالستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالمجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست: پیر طریقت شیخ الحدیث حضرۃ مولانا **حبیب الرحمٰن سومرو** صاحب مدظلہ

نگران: وکیل احناف مناظر اسلام حضرۃ مولانا مفتی **محمد انور اوکاڑوی** صاحب مدظلہ

مدیر اعلیٰ	مدیر مسئول	مدیر
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی	مولانا احسن خدامی	حمزہ احسانی
0301-7790908	0320 4902150	0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

کیا عقیدہ ختم نبوت لفظوں کا کھیل ہے؟

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہم [ماہنامہ لولاک: ۴۸، رمضان ۱۴۳۰ھ میں] لکھتے ہیں:

''وہ (روافض) ان (بارہ ائمہ) کو نبی نہیں مانتے، نہ ہی نبوت کو جاری مانتے ہیں۔ امام کے لیے نبی کا لفظ یا نبوت جاری، یہ کہیں اُن کی کتب سے ایک حوالہ دکھا دیں تو ابھی سر جھکا لوں گا۔''

جبکہ

(۱)......حضرت مولانا قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اثنا عشریہ بلکہ امامیہ کے تمام فرقے معنوی طور پر ختم رسالت کے منکر ہیں۔ اس لیے کہ اعتبار معانی کا ہوتا ہے، نہ کہ الفاظ کا۔'' [السیف المسلول: ۱۵۲]......''اگر چہ یہ لوگ نبی یا رسول کا لفظ ائمہ پر نہیں بولتے مگر نبوت کی صفات و معانی اُن پر ثابت کرتے ہیں۔ تو گویا اُن کو اِنہوں نے نبی جانا۔ کیونکہ اعتبار الفاظ کا نہیں ہوتا، معانی کا ہوتا ہے۔'' [السیف المسلول: ۱۵۷]

(۲)......مناظر اسلام حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اثنا عشریہ کا عقیدۂ امامت جو اس مذہب کی اساس و بنیاد ہے، عقیدہ ختم نبوت کی قطعی نفی کرتا ہے۔ اور اس بارہ میں ان کا عقیدہ جمہور امت مسلمہ سے بالکل مختلف ہے۔ وہ ''ختم نبوت'' اور ''خاتم النبیین'' کے الفاظ کے تو قائل ہیں (جس طرح کہ قادیانی بھی قائل ہیں۔) لیکن اس کی حقیقت کے منکر ہیں۔ [بینات، اشاعت خاص: ۶۷]

(۳)......فخر الاماثل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اثنا عشری شیعہ ''ختم نبوت'' اور ''خاتم النبیین'' کے الفاظ کے تو قائل ہیں، لیکن اس کی حقیقت کے قطعی منکر ہیں۔'' [بینات، خصوصی اشاعت: ۱۱۰]

(باقی ٹائٹل نمبر ۳ پر)

پیامِ صفدر مدیر کے قلم سے

تعریف میں مبالغہ کی نبوی ممانعت......اور ہمارے مبصرین

تبصرہ وتعارف میں احتیاط کی ضرورت:

قارئین ''صفدر'' اِس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ مجلّہ ''صفدر'' میں تعارف وتبصرہ کا سلسلہ کچھ عرصہ سے موقوف ہے۔ جس کا اعلان بھی دو مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ کو موقوف کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ کسی بھی کتاب یا تحریر پر صحیح معنوں میں تبصرہ کرنا اُسے بغور اور مکمل پڑھے بغیر ممکن نہیں۔ مکمل اور بغور پڑھنے کے لیے اچھا خاصا وقت درکار ہوتا ہے۔ اور پھر صرف بغور اور مکمل پڑھ لینا ہی کافی نہیں، بلکہ اس موضوع سے متعلق اکابر اہل سنت کی تحقیقات اور اُن کے موقف سے آگاہی اور اس کے مالہ وماعلیہ سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ تاکہ خلافِ جمہور کسی بھی بات کی نشاندہی اور ہر اعتبار سے اُس کی حوصلہ شکنی کی جاسکے۔ مبصر کا خود متصلب اور پختہ فکر ہونا اس پر مستزاد۔ اسلاف پر غیر متزلزل اعتماد اور عقائد واَفکار اور طرزِ عمل تک میں اُن کو کم از کم خود پر اور اُن کے علم وفہم کو اپنے مطالعہ وتحقیق پر اور اُن کی دیانت، فراست اور للّٰہیت کو اپنی دیانت وصداقت پر فائق سمجھنا بھی ایک لازمی شرط ہے۔ مزید یہ کہ مبصر مروجہ ''مصلحت'' اور ''رواداری'' کے نعرے سے مرعوب بھی نہ ہو۔ تاکہ محض ''مصلحت'' کے پیشِ نظر کسی کی خلافِ حقیقت باتوں سے چشم پوشی نہ کرتا رہے۔ جدیدیت سے مرعوب اور متجددین سے خائف بھی نہ ہو کہ ان کی تنقید وطعن کے خوف سے حق کہنا ترک کردے۔ مذکورہ بالا اور ان جیسی دیگر ضروری صفات کا حامل محتاط تبصرہ نگار تبصرہ کرے تو اس تبصرے کو عوام کے سامنے بے خوف وخطر پیش کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اِس لیے مجلّہ ''صفدر'' میں ''تعارف وتبصرہ'' کا سلسلہ موقوف کردیا گیا ہے۔ کیونکہ جن حضرات کے تبصرے پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اُن کے پاس فرصت نہیں۔ لہٰذا قابلِ اعتماد مبصرین کی دستیابی یا اُن کے ہاں فرصت کی بازیابی تک ''تبصرہ وتعارف'' کا سلسلہ موقوف ہے۔

اور یہ اقدام اہل سنت عوام کے ایمان وفکر کی حفاظت اور دیانت وامانت کے اُصولوں کے پیشِ نظر ہے۔ ورنہ آج کل تبصرے یا تقریظ، مقدمے اور پیش لفظ کے نام پر خصوصاً ''اکابر'' سمجھے جانے والے بعض سفید ریش حضرات کی طرف سے ہر ایرے غیرے اور ہر متجدد وملحد کی تحریرات کی تعریف وتوصیف اور اُن کی ناجائز وبے جا حوصلہ افزائی کا جو سلسلہ شروع ہو گیا ہے، اِس سے عوام اہل سنت کے لیے انتشار اور فکری آوارہ

گردی کا ایک خوفناک دروازہ کھل گیا ہے۔ جدید مطبوعات کی ایک بڑی تعداد مختلف حضرات کی تقاریظ سے مزین نظر آتی ہے۔ اور ان میں سے بیشتر مقرظین نے محض حسن ظن اور دینی خدمت کی حوصلہ افزائی کے طور پر پسندیدگی کا اظہار کیا ہوتا ہے۔ حالانکہ حوصلہ افزائی کے اہل کسی صاحب کی عزت افزائی سے جو فائدہ ممکن ہے، اُس سے کہیں زیادہ نااہلوں اور جدیدیوں کی پشت پناہی کا نقصان سامنے آرہا ہے۔ ماضی میں عدم احتیاط کی بنا پر اس حوالے سے ہم بعض انتہائی تلخ تجربات سے گذر چکے ہیں۔ ان تجربات کے بعد اب اِس سلسلے میں کسی قسم کے غیر محتاط رویے، تساہل یا مداہنت و مصلحت کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔

تعریف میں مبالغہ کی نبوی ممانعت......اور......بعض ''بزرگوں'' کا طرزِ عمل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو! جیسے کہ عیسیٰ بن مریم کے حق میں مبالغہ کیا گیا۔ مجھ کو یوں کہا کرو کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔'' (بخاری)

ایک حدیث میں ہے: ''تم میں سے جس شخص کو اپنے بھائی کی مدح کرنی ہی ہو تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ میرا گمان فلاں کے بارے میں یہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا حساب لینے والے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہتا، اس شخص میں یہ یہ خوبی ہے، اگر وہ جانتا ہو (تو) بیان کردے۔'' (بخاری)

اِس کی تشریح میں شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہاں پر ایک دو باتیں سمجھ لینی چاہئیں!

......ایک: تو یہ کہ کسی کے سامنے اس کی تعریف نہیں کرنی چاہیے۔....

......دوسری: یہ کہ جس طرح شاعر لوگ زمین آسمان کے قلابے ملایا کرتے ہیں کسی کی تعریف کرتے ہوئے، اس طرح مبالغہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر تعریف کرنی بھی ہو تو مبالغہ نہیں کرنا چاہیے۔....

......تیسری بات: یہ کہ قطعی طور پر تعریف نہ کرے۔ ہاں! یہ کہے کہ ہمارا خیال یہ ہے۔ اپنے علم کے مطابق بات کرتے ہیں، باقی اللہ جانے۔....

......اور چوتھی بات: یہ کہ فاسق اور بدعتی کی تعریف نہ کرے۔....

......اور پانچویں بات: یہ کہ جو مضمون دِل میں ہو اسی کو بیان کرے۔ دِل میں کچھ اور، زبان سے کچھ اور کہتا ہے، یہ جھوٹ بھی ہے اور نفاق بھی۔.... [معارف نبوی: ۲۱۶/۳]

گویا سامنے تعریف کرنا، تعریف میں مبالغہ کرنا، قطعی طور پر تعریف کرنا، خصوصاً فاسق و بدعتی کی تعریف کرنا اور فقط زبان سے منافقانہ تعریف کرنا۔ سب کی ممانعت ہے۔ حتیٰ کہ سردارِ دو جہاں کی تعریف میں بھی مبالغے سے منع کیا گیا ہے۔ اِس کے برعکس بعض حضرات محض ''نوجوانوں سے ہمدردی'' اور

''لکھاریوں کی کھیپ تیار کرنے'' کی خاطر بے جا تعریفیں کرنے کی روش اپنائے ہوئے ہیں۔ اُن کا یہ طرزِ عمل نبوی تعلیمات سے کس قدر ہم آہنگ ہے؟ محتاجِ بیان نہیں۔

ایک معروف قلم کار و بزرگ مبصر کا فرمان کہ: ''اس طرح کی (بے جا [ناقل]) حوصلہ افزائی سے ہم نے نوجوان لکھاریوں کی ایک کھیپ تیار کر کے میدان میں اتاری ہے۔'' بجا! لیکن مؤدبانہ گذارش ہے کہ جناب کی اسی قسم کی حوصلہ افزائیوں نے بعض متجددین وملحدین کو جو شہ دی ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟۔ اور آپ کے میدان میں اتارے ہوئے نوجوان اُن متجددین کے تعاقب کے بجائے اُن سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ نیز بعض اوقات کسی کتاب کے بارے میں جناب کی ''فیاضانہ'' حوصلہ افزائی اور تعریف پڑھ کر قاری کتاب خرید لیتا ہے، لیکن جب کتاب کو جناب کی بیان کردہ صفات سے یکسر خالی پاتا ہے تو سر پیٹ کر رہ جاتا ہے۔ خود بندہ کی ارسال کردہ ایک کتاب پر جناب کا تبصرہ اس قدر غلو اور مبالغے پر مشتمل ہے کہ اسے کھینچ تان کر بھی حقیقت کے قریب اور صداقت کے دائرے میں لانا مشکل ہے۔ اِس لیے بندہ کے ناقص خیال کے مطابق ''لکھاریوں کی کھیپ تیار کرنے'' کی نسبت ''صداقت و دیانت کی پاسداری اور امانت کا لحاظ'' زیادہ ضروری ہے۔ کسی کو لکھاری بنانے کی پوچھ ہم سے ہو نہ ہو، اپنے لکھے اور کہے کی پوچھ یقیناً ہوگی۔

جدت پسندوں اور بدعتیوں کی تعریف میں پیش پیش ایک حضرت:

اپنے آپ کو ''متصلب دیوبندی'' باور کرانے والے ایک حضرت تو اُن بزرگ مبصر سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ اور غامدیوں، بدعتیوں، مودودیوں حتیٰ کہ مبینہ قادیانیوں کی کتب تک پر تقاریظ لکھنے اور اُن کی حوصلہ افزائی کرنے میں انتہائی سخی اور ''وسیع الظرف'' واقع ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عمار خان جیسے دین دشمن کے ''دینی تصلب'' پر ''مکمل اعتماد'' کا اظہار کھلے لفظوں میں کرتے نہیں ہچکچاتے۔ حالانکہ وہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے فرزند کے طور پر جانے جاتے ہیں، اور ان کے جملہ کمالات' اسباب کے درجہ میں حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ ہی کی ذات کے رہین منت ہیں۔ لہٰذا حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے تصلب، طریقہ کار اور اَفکار کے خلاف اُن کا کوئی بھی موقف اور طرزِ عمل ہرگز چشم پوشی کے قابل نہیں ہوسکتا۔ کہ اس میں عوام کے لیے گمراہی اور ضلالت کا شدید اندیشہ ہے۔ لہٰذا محترم مفکر صاحب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ: یا تو اپنے موجودہ طریقہ کار اور بعض خلافِ جمہور اَفکار کو چھوڑ کر حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے تصلب اور احتیاط کو اختیار فرمالیں۔ یا پھر صراحتاً اعلان کردیں کہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے تصلب، طریقہ کار، طرزِ عمل اور بعض اَفکار سے مجھے شدید اختلاف ہے۔ اور میں اُن کی اتباع و پیروی سے قاصر ہوں۔

☆......☆......☆......☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم [خلیفہ اجل: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ]

اَصل انسان پر محنت کر کے اللہ کا قرب حاصل کیجیے!

خطبہ جمعہ، جامع مسجد برکت علی، اچھرہ لاہور......۱۴۳۹ھ۔۲۰۱۸ء

خطبہ مسنونہ. أما بعد فاعوذبالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم "اِنَّ رَحۡمَةَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ". صدق الله العظيم

سب نعمتیں انسان کے لیے ہیں:

درود پاک۔ میرے محترم عزیزو! برادران اہل السنۃ والجماعۃ! اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں جتنی بھی نعمتیں بیان فرمائی ہیں، وہ ساری نعتیں اول سے لے کر آخر تک اللہ نے انسان کے لیے بیان فرمائی ہیں، اللہ نے کسی جانور کو مخاطب کر کے یہ نہیں فرمایا کہ: دیکھو! میں نے تم پر کتنی نعمتیں کی ہیں، نہیں! بلکہ اللہ نے فرمایا کہ: (اے انسانو!) یہ گدھے، گھوڑے، اونٹ، خچر یہ ساری چیزیں تمہارے لیے نعمت ہیں۔ **"وَالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَ زِيۡنَةً"** اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ گھوڑے، خچر اور گدھے، یہ اس لیے ہیں کہ تم ان پر سوار رہو، اللہ فرماتے ہیں: **"وَالۡاَنۡعَامَ خَلَقَهَا"** کئی جانور میں نے پیدا کیے **"لَـكُمۡ فِيۡهَا دِفۡءٌ وَّمَنَافِعُ"**۔ تمہارے لیے اس میں نفع ہیں، یعنی نعمتیں جو اللہ نے ذکر فرمائی وہ انسانوں کے لیے، زمین وآسمان اور سورج چاند ستارے، اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں، وہ ساری کی ساری نعمتیں اللہ نے انسان کے لیے بیان کی ہیں، اللہ نے آسمان کو خطاب نہیں کہ: دیکھو! میں نے تمہیں کتنا بڑا بنایا؟ یہ اس پر نعمت نہیں ہے، انسان کو کہا کہ: آسمان تمہارے لیے ہے، سورج تمہارے لیے ہے، چاند تمہارے لیے، زمین تمہارے لیے، عہدے، نفعے ہر چیز انسان کے لیے، گویا انسان اس کائنات کا خلاصہ اور مکھن ہے۔ اسی لیے ساری نعمتیں اللہ نے انسان کے لیے بیان فرمائیں۔

اور یہ نعمتیں (انسان کو حاصل) ہو چکی ہیں، یہ نہیں ہے کہ اللہ نے فرمایا ہو کہ یہ نعمتیں تم حاصل کرو! یہ نعمتیں تم لے لو! نہیں! یہ نعمتیں تمہارے لیے ہیں، (تمہیں حاصل) ہو چکی ہیں۔ تو انسان کو اللہ جل شانہ نے اِن چیزوں کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ انسان کو اللہ جل شانہ نے کسی اور مقصد کے لیے پیدا فرمایا۔

تمام جانداروں میں انسان کی خصوصیت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش اور تخلیق میں ایک خاص چیز بیان فرمائی ہے، وہ یہ کہ: **"خَـلَـقۡتُـهٗ بِيَـدَيَّ"** میں نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، جس طرح کوئی آدمی کسی کے بارے میں خصوصیت سے کہتا ہے کہ میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے پالا ہے۔ ہاتھ کا معنیٰ اللہ کی قدرت، ہر چیز کو اللہ نے اپنی قدرت

سے پیدا فرمایا، لیکن خاص انسان کے بارے میں اللہ نے فرمایا: میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا، یعنی اپنے خاص دست قدرت سے بنایا، ''وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ'' اور پھر میں نے اس کے اندر اپنی نسبت ڈالی، روح والی نسبت میں نے اس کے اندر رکھی، تمام جانوروں میں روح ہے، ساری چیزوں میں (روح) ہے، ہر جاندار میں روح ہے، بلکہ کائنات کے ذرے ذرے میں اپنی اپنی نوعیت کی ارواح ہیں، لیکن یہ نسبت اللہ نے خاص انسان کے ساتھ بیان فرمائی کہ: میں نے روح ڈالی، یعنی اپنی نسبت کی ایک چیز اس میں رکھی۔

اب نعمتیں بھی انسان کے لیے ہیں، اور اللہ نے انسان کو اتنا عظیم اور کائنات کا خلاصہ اور مکھن بنایا، اور پھر اللہ نے اسے خصوصیت بخشی کہ اس کے اندر اپنی روح ڈالی، اپنی نسبت رکھی، ان ساری چیزوں کے باوجود انسان اپنے رب سے غافل ہے، اور اللہ کو اس نے نہیں پہچانا۔

اصل انسان روح ہے:

اب یہ نسبت اللہ تعالیٰ نے انسانی وجود کے کس حصے میں رکھی ہے؟ جب دنیا سے انسان رخصت ہوتا ہے یعنی مرجاتا ہے، تو پھر اس کے دو حصے ہوجاتے ہیں، اور دونوں جدا ہوجاتے ہیں، جسم سے ایک چیز نکلتی ہے، جس کا نام روح ہے، اور یہ جسم ہے جو مٹی سے بنا ہوا ہے، روح نکلنے کے بعد یہ جسم بے چارہ اتنا بے بس ہوتا ہے کہ چارپائی پر لٹانے میں دوسروں کا محتاج، آنکھیں بند کرنے میں دوسروں کا محتاج، غسل، کفن میں دوسروں کا محتاج۔ اور پھر گاؤں والے، اڑوس پڑوس والے سارے اِسے لے جاکر دفنا دیتے ہیں، کوئی گھر میں رکھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، رشتہ داریاں، قرابتیں وغیرہ ساری چیزیں اس کے ساتھ ختم ہوجاتی ہیں، یہ کسی کا بھائی تھا، کسی کا بیٹا تھا، لیکن اَب گھر میں رکھنے کے لیے کوئی تیار نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اصل انسان جس کا نام تھا وہ اس کے وجود سے نکل گیا، اصل چیز وہ روح تھی، یہ جسم نہیں تھا، یہ جسم اگر اصل انسان ہو، تو پھر اسے مٹی میں کیوں دباتے؟ اصل انسان اور چیز تھی، وہ جسم سے نکل گئی تو اِسے مٹی میں دفن کردیا۔

جسم محض روح کی سواری ہے: یوں سمجھو کہ دنیا میں کوئی آدمی کسی سواری پر سوار ہو، صحرا وغیرہ میں کسی لمبے سفر پر جارہا ہو، اونٹ، گھوڑے، گدھے وغیرہ پر، تو اپنی سواری کے لیے تو گھاس وغیرہ کا انتظام کرے، لیکن اپنے لیے کچھ نہ لے، زادراہ، توشہ، کھانا پینا وغیرہ، تو لوگ اسے کہیں گے کہ یہ بے وقوف ہے کہ اپنی سواری کے لیے سامان لادا ہوا ہے، لیکن اپنے کھانے پینے کے لیے اس نے کچھ نہیں رکھا۔ تو اسی طرح سے دنیا میں دو چیزیں ہیں، ایک یہ نفس ہے، وجود ہے، ڈھانچہ ہے، اور ایک اس کے اندر روح ہے۔ اصل انسان وہ چیز ہے جو اس ڈھانچے سے پہلے بھی تھی اور بعد میں بھی ہوگی، وہ روح ہے، دنیا میں اللہ نے اِس جسم کو روح کی سواری بنایا ہے، اس پر سوار ہوکر دنیا کا سفر طے کرنا ہے، آگے پھر روح اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگی۔ جب دنیا میں یہ اس پر سواری کررہا ہے، تو کتنا بے وقوف ہے وہ شخص جو اپنی سواری کے لیے تو انتظام کرتا ہے، لیکن اپنی

ذات کے لیے کوئی انتظام نہیں کرتا، ڈھانچے کے لیے سب کچھ کرتا ہے کہ یہ خوبصورت لگے، تیل، سرمے، کھانا، پینا، موٹا، تگڑا، تازہ، چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، خواہشات، لذات ساری کی ساری جتنی بھی ہیں، ان سے جسم پروری اور تن پروری ہوتی ہے، لیکن جو سوار ہے اُس کے لیے اِس نے کیا کیا؟

اصل انسان (روح) پر محنت کرو! یہ مت سمجھو کہ جب انسان مٹی میں چلا جاتا ہے اور قبر میں چلا جاتا ہے تو پھر انسان ختم ہو گیا، شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ختم ہو گیا۔ بے شک ختم ہوا، لیکن یہ ڈھانچہ ختم ہوا ہے، اور اس ڈھانچے کے ختم ہونے سے ہی ہمیں عبرت ہونی چاہیے کہ جب یہ ڈھانچہ ختم ہونے والا ہے اور آخرت کے سفر میں کسی کام کے قابل نہیں تو اس کو اتنا کھلانے پلانے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ تمہارے کس کام کا ہے؟ پھر بھی تم اس کو کھلا پلا رہے ہو؟ جو کل تمہارے کسی کام کا نہیں ہے، یہ ڈھانچہ کیا کرے گا کل تمہارے لیے؟ تم کیوں اس پر محنت کر رہے ہو، یہ تو سڑ گل جائے گا، ختم ہو جائے گا، اس پر اتنی محنت کیوں ہو رہی ہے؟ اور جو اصل انسان ہے اس پر کیوں محنت نہیں کرتے؟

نیک روحوں کا مکان اعلیٰ علیین اور بدروحوں کا مکان اسفل سافلین ہے:

سائنس دان بھی کہتے ہیں کہ جسم میں کوئی چیز ہے، جب وہ نکلتی ہے تو انسان مر جاتا ہے۔ اور یہ قانون ہے کہ کوئی بھی چیز اپنے مکان اور جگہ کے بغیر ٹھہر نہیں سکتی۔ پرندے جو سارا دن اُڑتے ہیں، رات کو کہیں اُن کا آشیانہ تو ہوتا ہے جہاں آتے ہیں۔ کہیں تو ہوتا ہے۔ بغیر مکان کے دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔ جو چیز جہاں ہے وہی اس کا مکان ہے۔ ہوائی جہاز فضا میں اُڑ رہا ہے تو ہوا کا جو حصہ اس کو گھیرے ہوئے ہے وہ اُس کا مکان ہے، جس کے اندر وہ ہوائی جہاز ہے۔ ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، یہ ہمارے دائیں بائیں جو مسجد کی تعمیر اور چھت وغیرہ ہے یہ ہمارا مکان ہے۔ جو چیز انسان کو گھیرے ہوئے ہے، جس چیز میں انسان رہتا ہے وہ چیز انسان کا مکان ہے۔ اگر کوئی کھلی فضا میں ہے تو سب سے بڑا مکان تو آسمان ہے جو اس کے اوپر نظر آ رہا ہے۔ نیز وہ تصور کرے کہ اس کے جسم کے چاروں طرف جو ہوا اس کے ساتھ متصل ہے وہ اس کا مکان ہے۔ کوئی چیز بھی مکان کے بغیر نہیں ٹھہر سکتی۔

انسانی جسم میں روح ہوتی ہے۔ (گویا اِس دنیا میں جسم روح کا مکان ہے، لیکن جب اِس جہان سے رخصت ہونے کا وقت آیا، انسان کی روح جسم سے نکل گئی تو) جسم تو چلا گیا قبر کی طرف جو اُس کا مکان ہے، مگر روح کہاں گئی؟ اس کا مکان کہاں ہے؟ دنیا بھر کے سائنس دانوں سے پوچھو کہ روح کا مکان کہاں ہے؟ وہ کہتے ہیں: ہمیں تو پتہ نہیں کہ روح کہاں چلی گئی۔ کیوں؟ اس لیے کہ جس چیز کو اللہ نے (اپنا ''امر'' قرار دے کر) بھیجا، اور وہ اللہ کی طرف سے ہو تو اسے وہی جانتا ہے۔ اور اس (سوال) کا جواب وہی ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے اللہ کے کلام اور کتب الٰہیہ سے دیا۔ ''ویسئلونك عن الروح، قل

الروح من امر ربی." اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے محبوب! یہ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے؟ آپ ان کو بتا دیں کہ روح اِس مخلوق والے جہان کی چیز نہیں ہے۔ یہ عالم اَمر کی چیز ہے، اور جو عالم امر کی چیز ہو وہ اپنے ہیڈکواٹر سے متعلق ہے۔ اس (کی حقیقت) سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی تمہیں (اس کی حقیقت کا) علم ہوگا۔

(جیسے) ایک عام انسان کو صرف یہ معلوم ہے کہ بجلی یہاں استعمال ہو رہی ہے، (مگر اس کی حقیقت کیا ہے؟) اس کے ہیڈکواٹر میں کیا کچھ ہو رہا ہے (جس سے یہ وجود میں آ رہی ہے،) اسے کچھ علم نہیں۔ نہ ہی ہر کوئی وہاں جا سکتا ہے۔ (اسی طرح) پولیس اور فوج کی ذمہ داریوں کا تو علم ہوتا ہے، لیکن ہیڈکواٹر میں کوئی نہیں جاتا، نہ ہی ہر کسی کا اس کے ساتھ کوئی مقصد ہے۔ ہیڈکواٹر کو نہیں چھیڑا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روح میرے ہیڈکواٹر کی چیز ہے، اسے تم نہ چھیڑو۔ یہ تو "مِن أمرِ رَبِّی" ۔ ہے، تمہارے اس جہان کی، عالم اسباب کی چیز ہی نہیں ہے۔ تو سائنس دانوں کو کیا پتہ چلے گا؟ جب اللہ کے پیغمبروں نے جواب دیا کہ یہ اللہ کا امر ہے اور اس کی حقیقت کے پیچھے نہیں پڑے تو سائنس دان کیا جواب دیں گے؟

(تو بات چل رہی تھی روح کے مکان کی) انسانی جسم سے جدا ہونے کے بعد اس کا مکان وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرما دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ان الابرار لفی نعیم، وان الفجار لفی جحیم"۔ جو نیک روحیں ہیں، دنیا میں اللہ کی اطاعت کرنے والے انسانوں کی روحیں، تَن پروری نہ کرنے اور انسان کی حقیقت کو سمجھنے والوں کی روحیں، اپنے جسمانی ڈھانچے پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کرنے والوں کی روحیں، جنہوں نے اپنے آپ کو یہ سمجھایا کہ تمہیں ایک دن مرنا ہے، ختم ہونا ہے، جتنے دن دنیا میں ہو اللہ کی مان کر چلو! شکر کرو کہ زندہ ہو، جسم کو تھوڑا بہت کھلا پلا کر اللہ کی اطاعت میں رکھا اُن کی روحیں اعلیٰ علیین (جو ایک طبقہ ہے) میں چلی جائیں گی۔

اور جو دنیا میں بداعمالی کرتا ہے، اپنے جسم کی خواہشات پوری کرتا ہے اور صرف اسی جسم کو پالنے اور سنوارنے میں لگا رہتا ہے، اس کے مرنے کے بعد اللہ جل شانہ اس کی روح اسفل سافلین میں بھیج دیتے ہیں۔ "ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ." ۔ وہ طبقہ جہاں بری روحیں ہوتی ہیں، وہاں اسے بھیجا جاتا ہے۔ تو یہ روح کے مکان ہیں۔ جسم مٹی میں جاتا ہے، جبکہ روح اعلیٰ عِلِّيِّين یا أَسْفَلَ سَافِلِين میں۔

تو جو اصل انسان اور اصل سوار ہے، اس پر کوئی محنت نہیں ہے، اور یہ جو سواری ہے، جس پر انسان تھوڑے دنوں کے لیے سوار ہے، اس کے لیے ساری محنتیں ہو رہی ہیں کہ اسے دنیا میں کیسے سنبھالنا ہے، اور کیسے کھلانا پلانا ہے۔

اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے: اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: جس نے دنیا میں اپنی روحانی قوتوں

کو بیدار کیا، اور جسم پالنے سنبھالنے کے پیچھے نہیں لگا، اللہ کے احکامات کو مانا، اپنے دِل میں اخلاص پیدا کیا، اوراحسان کا درجہ پایا تو اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:''اِنَّ رَحۡمَةَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ'' ۔میری رحمت اُن بندوں کے قریب ہوتی ہے جو اپنے اندر روحانی قوتوں کو بیدار کرتے ہیں۔ جو تَن پروَری نہیں کرتے، اپنی خواہشات کے پیچھے نہیں چلتے، ان کے لیے میری رحمت قریب ہوتی ہے۔

قربِ خداوندی کا معنیٰ یہ ہے کہ قرب کا احساس ہو:

اب یہ بھی سمجھ لیں کہ اس ''قُرب'' کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ قرب کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں وہ قرب محسوس ہوتا ہے۔ ورنہ ابھی آپ بتائیں کہ ہم سب اس مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سے کتنے دُور ہیں؟ ساتھ ہی ہیں ناں؟ (جی!) لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب محسوس نہیں ہو رہا، اور جو دوسرا شخص ساتھ بیٹھا ہے اس کا قرب محسوس ہو رہا ہے، ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ ہمارے اِس (جسمانی) وجود اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان پردے حائل ہیں، وہ پردے ہمارے وجود پر ہیں، ان کی وجہ سے ہم اپنے رب کو دیکھ نہیں سکتے۔ اگر یہ پردے کھل جائیں تو انسان دنیا میں اللہ جل شانہ کو اپنے دِل کی آنکھ سے دیکھے گا۔ جو بندہ دنیا میں مرتبۂ احسان پالیتا ہے، اپنے آپ کو محسنین اور مخلصین کی جماعت میں شامل کروالیتا ہے، وہ دِل کی آنکھ سے اللہ جل شانہ کو دیکھ لیتا ہے اور ذات کا مشاہدہ کر لیتا ہے، (پھر) اُسے لذت تو کیا درد بھی لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

محبوب کا مشاہدہ تکلیف کا احساس ختم کر دیتا ہے:

اگر کسی کا محبوب سامنے ہو اور کوئی تکلیف پہنچے تو (محبوب کی موجودگی اور مشاہدے کی وجہ سے) وہ تکلیف بھی ایک قسم کی لذت لگتی ہے۔ اِسی طرح اللہ جل شانہ اُس بندے سے تکلیف کے احساس کو ختم فرما دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب اُس کی جان جسم سے نکل رہی ہوتی ہے، اس وقت بھی اسے جان کنی اور سکرات کی تکلیف کا احساس تک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آپریشن کے وقت کسی کے جسم کو سُن کر دیا جائے یا بے ہوش کر دیا جائے تو اُسے تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جنت اور اپنی ذات کے منظر کو اس کی نگاہوں میں رکھ کر اُسے ایسا مسرور کر دیتے ہیں کہ اُسے جان کنی اور سکرات کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

اگرچہ ہمیں لگتا ہے کہ اسے تکلیف ہو رہی ہے، لیکن حقیقت میں نہیں ہوتی۔ اس کو اس طرح سمجھیں کہ شریعت نے ہمیں جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس کی یہ یہ رگیں کاٹ دو! جب جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو (اس کے بعد کافی دیر تک وہ) تڑپتا (رہتا) ہے۔ ہمیں ایسا لگ رہا ہوتا ہے کہ اسے تکلیف ہو رہی ہے، لیکن اُسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جسم کا نظام ایسا بنایا ہے کہ جسم کے کسی بھی حصے کو کوئی تکلیف پہنچے تو فوراً اس کی کیفیت دماغ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، پھر دماغ اُسے محسوس کرتا ہے۔ کسی بھی عضو پر کوئی چوٹ لگے تو پہلے وہ کیفیت دماغ تک پہنچتی ہے، پھر دماغ اُسے محسوس کرتا ہے۔ جب جانور کی

رگیں کٹ جاتی ہیں تو (دماغ سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر جانور اگرچہ) ہل رہا ہوتا ہے، لیکن (تکلیف کا) احساس نہیں ہوتا۔

جیسے جسم سے روح نکلنے کے بعد دماغ سے تعلق ختم ہونے کی وجہ سے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، اسی طرح اگر کوئی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی روح کا رشتہ جسم سے توڑ لیتا ہے اور (گویا کہ جسم پر) موت طاری کر لیتا ہے تو اسے دنیا میں جسمانی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ موت کی بات آتی ہے تو اُسے خوشی ہوتی ہے، موت پر خوشی!! (جی ہاں!) آپ حیران ہوں گے۔ کیونکہ ہم میں سے موت کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ بلکہ اگر کسی جگہ ایسی دوائی مل جائے جس سے انسان موت سے بچ سکے تو دنیا میں کسی ڈاکٹر، حکیم کے پاس اتنا رش نہیں ہوگا جتنا اس دوائی والے کے پاس ہوگا۔ بہت سے لوگ ڈاکٹروں کے پاس صرف اسی لیے جاتے ہیں کہ کہیں (اس بیماری سے) موت نہ آ جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام احسان واخلاص:

مگر جو شخص اپنے دِل کی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھ لے، اور اللہ تعالیٰ اُسے اپنا قرب نصیب فرما دیں تو (ذرا تصور کیجیے کہ) ساری کائنات کے حُسن اور حسینوں کے خالق، ساری کائنات کے ذائقوں اور لذتوں کے خالق، سب روشنیوں اور جگمگاہٹوں کے خالق کے حسن وجمال کا منظر ہی کیا ہوگا!! ایسا آدمی اللہ سے دُور رہ کہاں سکتا ہے (کہ وہ دنیا میں مزید رہنے کی طلب کرے۔) وہ تو اپنے رب سے فراق پر تڑپے گا جیسے مچھلی پانی سے باہر تڑپتی ہے۔ (حکیم الاسلام حضرت مولانا) قاری محمد طیب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: ایک صحابی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو ایک زخم ہوا جسے ناسور کہتے ہیں، ایک لمبا عرصہ بستر پر رہے، (شدید تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود) چہرہ ہشاش بشاش، چاند کی طرح چمکتا رہتا تھا، عیادت کے لیے آنے والے کہتے کہ: حضرت! آپ کی تکلیف تو بڑھتی جا رہی ہے، لیکن چہرے کی بشاشت اور چمک دمک برقرار ہے؟ تو فرماتے: اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جس کے پاس روزانہ ستر ہزار فرشتے عیادت کے لیے آتے ہیں۔ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی آخر میں صاحبِ فراش تھے، جب طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو شام کے وقت بستر سے اٹھ کر اِدھر اُدھر ٹہلنے اور خوشی منانے لگے، دیکھنے والوں نے کہا کہ: بلال! آپ تو بیمار ہیں، صاحبِ فراش ہیں، طبیعت ناساز ہے، پھر یہ خوشی کیسی؟ تو فرمایا کہ: آج موت کی خوشی میں ٹہل رہا ہوں کہ موت آ رہی ہے۔ ''غَدًا نَلْقَى الأَحِبَّه، مُحَمَّدًا وَّ صَحْبَه'' ۔ مجھے یقین ہے کہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا، مجھے موت آئے گی تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دیگر صحابہ سے ملاقات کروں گا، اس لیے خوشی ہو رہی ہے۔ ہمارا کوئی عزیز دنیا سے چلا جائے تو ہم کہتے ہیں: جدا ہو گیا، اُس کی محبت میں رو رو کے ہلکان ہو جاتے ہیں، بعض لوگ تو اپنی آنکھیں گنوا بیٹھتے ہیں، اپنا وجود تک ختم کر دیتے ہیں، کھانا پینا ختم کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ یہاں تو

جدا ہی ہونا ہے، جمع ہونے کی جگہ وہی ہے۔ یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں جمع ہوجائیں اور پھر جدا نہ ہوں، کوئی جگہ ہو تو بتاؤ!......کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔ جب جمع ہونے کی جگہ وہی ہے تو پھر رونا کس چیز کا؟ اِس لیے کہ ہم نے ظاہری جسمانی رشتوں، تعلقات اور دوستیوں کو اَصل سمجھ لیا ہے اور اللہ کے جہان کو، حقیقت کو، روح کو اور اصل انسان کو ہم نے سمجھا ہی نہیں۔ تو جب پردے ہٹیں گے تو وہ جہان سمجھ آئے گا۔

احسان کیا ہے؟ اسی لیے تو اللہ پاک نے فرمایا کہ اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ .اب دیکھو! یہاں ایک چیز جامع ہے، ہم نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، حج بھی کرتے ہیں، (دیگر) عبادات بھی کرتے ہیں، لیکن اللہ فرماتے ہیں: ''میری رحمت محسنین کے قریب ہے۔'' محسن کسے کہتے ہیں؟ محسن وہ ہے جس کی عبادت ایسی ہو کہ سمجھو کہ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت کر رہا ہے۔ اللہ کو اپنے سامنے پا رہا ہے۔ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ .حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''احسان یہ ہے کہ اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو کہ جیسا کہ اسے دیکھ رہے ہو۔'' ایسی عبادت ہو تو اسے ''احسان'' کہتے ہیں۔ ''اور اگر تم اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے تو یہ تو تصور کرو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔'' یہ بھی کوئی معمولی مقام نہیں ہے کہ (بندے کو ہر دم یہ خیال رہے کہ) ''اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔'' (اسے یوں سمجھیں کہ) میں کہتا ہوں کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں، تو مجھے کیسے پتہ چلا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ میں دیکھ رہا ہوں تو پتہ چلا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ تو یہ کوئی معمولی چیز نہیں کہ یہ تصور حاصل ہو جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ بلکہ اگر یہ تصور مضبوط ہو گیا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو چلتے چلتے ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ محسوس کرے گا کہ: ''اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔'' یعنی پھر یہ دیکھے گا تو احساس ہوگا ناں کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ گویا یہ تصور کہ ''اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔'' یہ مقدمہ ہے اس کا ''میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔'' تصور کو اتنا قوی بنانا ہے کہ حقیقتاً وہ چیز سامنے آ جائے کہ ''اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔'' اللہ ہم سے دُور نہیں ہے، ہم اپنے رب سے دُور ہیں، صرف اور صرف اِس نفس کی وجہ سے، اِس ڈھانچے کی وجہ سے، جب یہ درمیان سے ہٹ جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب کو کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ صرف انسان اپنی خواہشات، تن پروری اور لذات کو چھوڑ دے۔

اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى الله .دنیا میں جو انسان خواہشات کے پیچھے پڑ گیا، یہ دنیا میں عاجز انسان ہے، یہ اپنے لیے کچھ نہیں کر سکا، قیامت کے دن جب لوگ ایک ایک نیکی کے لیے ترس رہے ہوں گے، اُس وقت یہ کنگال اور مفلس ہوگا۔ اور دانا اور عقلمند انسان وہی ہے جو یہاں روزانہ اپنا محاسبہ کرے، اپنا حساب کرے، اپنے نفس کو، اِس سواری کو ٹھیک رکھے، یہی انسان دنیا (وآخرت) میں کامیاب ہے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی رضا پر چلنے کی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆☆☆

مولانا عبد الحق خان بشیر نقشبندی مدظلہ

آئینِ محمدی......اور......قانونِ غامدی

امامِ اہلِ سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند
مولانا عبد الحق خان بشیر مدظلہ کی زیرِ ترتیب کتاب کے باب اول کا ابتدائیہ

تحریکِ غامدیت کا ریاستی منشور:

(نوٹ) جناب جاوید احمد غامدی کا شمار ہمارے ملک کے ان دانشوروں میں ہوتا ہے جو باقاعدہ فارغ التحصیل عالمِ دین تو نہیں، البتہ مرزا غلام احمد قادیانی، سید ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ عنایت اللہ مشرقی، چوہدری غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر اسرار احمد کی طرح انہوں نے کچھ مختلف اساتذہ سے اور زیادہ تر اپنے ذاتی مطالعہ سے دینی علم حاصل کیا اور اس طرح دینی علوم کے ساتھ کچھ تعلق قائم کر لیا۔ اپنے حلقہ میں وہ بہت بڑے دینی مفکر اور اسلامی اسکالر کی حیثیت سے متعارف ہیں، اپنے مخصوص و مؤثر طرزِ گفتگو کی وجہ سے وہ ٹی، وی سکرین پر عموماً چھائے رہتے ہیں، اور دینی حقائق و افکار اور اُصول و ضوابط سے ناواقفیت رکھنے والے عوامی طبقہ میں انہیں خاصی پذیرائی بھی حاصل ہے، جیسا کہ عموماً ایسے لوگوں کو پبلک کے اندر حاصل ہو ہی جایا کرتی ہے، اور ماضی قریب کی تاریخ اس پر خوب شاہد ہے۔

غامدی صاحب چونکہ دین کو ریاست سے بے دخل کر دینے کا فکر و عقیدہ رکھتے ہیں، اس لیے انہوں نے اپنا ایک سیاسی منشور بھی تیار کر رکھا ہے، اسی حوالہ سے ان کے دو مضمون ہمارے پیشِ نظر ہیں۔ پہلا مضمون ماہنامہ ''تذکیر لاہور'' کے شمارہ دسمبر ۱۹۹۰ء میں مطبوعہ ہے جس کا عنوان ہے ''منشور: اعلانِ جنگ دورِ حاضر کے خلاف''.........اور دوسرا مضمون ماہنامہ ''تذکیر لاہور'' کے جنوری 1991ء میں مطبوعہ ہے جس کا عنوان ہے ''پس چہ باید کرد، اہلِ اقتدار کے لیے نفاذِ دین کی حکمتِ عملی'' یہ دونوں مضمون ۵۶/صفحات پر مشتمل ہیں، ان کا دستوری شکل و ترتیب کے ساتھ ہم نے اختصار کیا ہے جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ (بشیر)

غامدی صاحب اور میڈیا:

غامدی صاحب کو کسی خاص ایجنڈہ کے تحت میڈیا پہ لایا گیا....؟ یا وہ اپنی فنی صلاحیتوں کی بنیاد پر خود یہاں تک پہنچے....؟ ہمیں اس پر کسی تبصرہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ واقفانِ حال سے ایسے حقائق مخفی و پوشیدہ نہیں رہتے۔ اور زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد خود قارئین کرام بھی ان شاء اللہ العزیز اس

حقیقت کا بخوبی اندازہ کر سکیں گے۔ میڈیا چونکہ ایسے لوگوں کی نبضوں پہ ہاتھ رکھے رہتا ہے جو'' خوش رہے رحمٰن بھی، راضی رہے شیطان بھی'' کے فلسفہ پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اس مقصد کے لیے انہیں ایسے اسکالرز کی اکثر ضرورت پڑتی ہے۔ جوان لوگوں کی ذہنی وفکری تسکین کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ ہم انہیں مذہبی رہنما، دینی مفکر اور اسلامی اسکالر کا درجہ تو نہیں دے سکتے، البتہ ایک ٹی وی دانشور کی حیثیت سے ہم ان کا احترام ضرور کرتے ہیں، اور کوشش کرتے رہیں گے کہ ہماری تحریر کے اندر کسی مقام پر ان کے احترام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ مگر اس بات کی ہم قبل از وقت ان سے معذرت چاہیں گے کہ انہوں نے اپنی مختلف تحریرات کے اندر ہمارے اسلاف واکابر اور بزرگوں کے بارہ میں تہذیب واخلاق سے گرے ہوئے جو بے ہودہ و نامہذب الفاظ والقاب استعمال کیے ہیں، اور بدتمیزی و ناشائستگی کا جو طرز اور لب ولہجہ اختیار کیا ہے اس سے ہم انہیں محروم ہرگز نہیں رکھیں گے۔ اور انہی الفاظ والقاب کے ساتھ انہیں جواب سے نوازیں گے۔ جو الفاظ والقاب ان کے قلم سے ہمارے مشائخ کے بارہ میں استعمال کیے گئے ہیں، اور ہماری اس غیرت وعقیدت کا وہ یقیناً احساس کریں گے، اور اخلاقاً انہیں یہ احساس کرنا بھی چاہیے۔

غامدی صاحب کے بارہ میں عمومی تأثر:

ایک عرصہ سے ہم خود غامدی صاحب کا مطالعہ کرتے چلے آرہے تھے اور تنقیدی حوالہ سے ہم نے ان کے بارہ میں خاصہ مواد جمع بھی کر رکھا تھا۔ لیکن چند سالوں سے شدید علالت اور مختلف قسم کے عوارض کی وجہ سے براہ راست زیادہ مطالعہ نہیں کر پا رہے۔ البتہ مختلف حوالوں سے ان کے ہر قسم کے مثبت ومنفی نظریات وتخیلات سامنے آتے رہتے ہیں۔ ان کے بارہ میں ان کے مخالفین اور بعض معتقدین کے اندر عموماً یہ تأثر پایا جاتا ہے کہ وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کی خوب صلاحیت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کا شمار اس فن کے اساتذہ اور ممتاز ماہرین میں ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ بولنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اسی وجہ سے جماعت اسلامی کی قیادت ان کا وجود زیادہ دیر تک برداشت نہ کر پائی۔ اور انہیں خود سے الگ کر ڈالا۔ اور ویسے بھی ایسے ناسور اور مہلک پھوڑے کا وجود جسم پہ برداشت کرنا خطرناک ہوتا ہے۔ وہ طبعی طور پر، چڑھتے سورج کے پجاری، اور'' چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی'' کا اولین مصداق ہیں۔ ان کے قارئین وناظرین کا یہ تأثر وموقف کس قدر اور کس حد تک حقیقت اور سچائی پر مبنی ہے۔ ہم اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ جو کچھ ہمارے مطالعہ ومشاہدہ میں تھا ہم نے پوری دیانت داری وحقیقت پسندی کے ساتھ قارئین کے سامنے واضح کر دیا ہے۔ اب وہ اس کتاب کے مطالعہ ومشاہدہ کے بعد تحقیق وتصدیق کے ذریعہ غامدی صاحب کے بارہ میں کیا رائے قائم کرتے ہیں؟ یہ فیصلہ انہی کا حق ہے۔ اور شاید یہی غامدی'' علم ودانش'' کا تقاضا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شریعت بل کی جمہوری تحریک:

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ (۱۹۷۳ء کے) دستور پاکستان کی روشنی میں اسلامی قانون سازی (جس کا وعدہ دستور کے آرٹیکل ۲۳۱ میں کیا گیا تھا) کا سلسلہ با قاعدہ طور پر صدر جنرل ضیاء الحق شہیدؒ کے دور میں ہوا۔ اسی دور میں اس کے لیے مہم جوئی شروع ہوئی۔ اور اسی دور میں ممکنہ حد تک چند اسلامی قوانین کی تیاری کے مراحل طے پائے۔ ہمیں اس دور کی سیاسی حیثیت سے قطعاً کوئی بحث نہیں کہ وہ آمریت کا دور تھا یا صالحیت کا۔ ایک مرحوم بزرگ نے تو اپنی ایک پریس کانفرنس میں ان کے بارہ میں یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہم نمازی آمریت پر شرابی جمہوریت کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن ملکی، قومی اور دینی حوالہ سے ہم بلاشبہ اپنے اس قلبی تأثر کا اظہار بلاخوف لومۃ لائم کر سکتے ہیں کہ وہ ہر اعتبار سے پاکستانی تاریخ کا سب سے عمدہ، سب سے بہتر اور قابل تعریف وتقلید دور تھا۔ جنرل صاحب شہیدؒ کے دور کا آخری زمانہ تھا، جب ان کی ذاتی کاوشوں کے ذریعہ ایوان بالا (سینٹ) تک پہنچنے والے علماء کرام حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کلاچی، اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب وغیرہ نے سینٹ کے اندر موجود دیگر دینی دانشوروں کی تائید و حمایت کے ذریعہ ایوان بالا میں ''شریعت بل'' پیش کر دیا۔ جس کا بنیادی خاکہ مختصراً کچھ اس طرح تھا کہ:

(۱)...... چونکہ موجودہ ریفرنڈم اور انتخابات میں عوام نے صدر مملکت (جنرل محمد ضیاء الحق شہیدؒ) اور پارلیمینٹ کو شریعت کے عملی نفاذ کے لیے منتخب کیا ہے۔ لہٰذا ایوان سینٹ اپنے آئینی اختیارات استعمال کرتے ہوئے حسب ذیل قانون وضع اور منظور کرتا ہے۔

(۲)...... یہ قانون نفاذ شریعت کے نام سے موسوم ہوگا۔

(۳)......قانونی مراحل طے کرنے کے بعد یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

(۴)...... یہ قانون ملک کے تمام علاقوں کے تمام مسلمان باشندوں پر نافذ ہوگا۔

(۵)......شریعت سے مراد وہ دین کا خاص طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔

(۶)......شریعت کا اصل مأخذ قرآن کریم اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

(۷)......اجماع امت کو قرآن وسنت نے حجت قرار دیا ہے، اس لیے جو قانون اجماع امت سے ثابت اور ماخوذ ہو، وہ بھی شریعت کا قانون ہے۔

(۸)......جو احکام امت کے معتمد اور مستند مجتہدین نے قرآن وسنت اور اجماع کے قواعد وضوابط معینہ کے مطابق مستنبط کر کے مدون کرائے ہیں وہ بھی شریعت ہی کے قوانین ہیں، اس لیے کہ قیاس اور اجتہاد کو بشرطیکہ وہ قرآن وسنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو، قرآن وسنت نے حجت قرار دیا ہے۔

(۹)......مقنّنہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد منظور نہیں کر سکے گی جو احکام شریعت کے خلاف ہو۔ اگر منظور کر لی گئی تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہ ہوگی۔ اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔ اور فیصلہ تک اس پر عمل درآمد ملتوی ہوگا۔

(۱۰)......ملک کی تمام عدالتیں شریعت کے مطابق فیصلے کی پابند ہوں گی۔

(۱۱)......وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ ہر قسم کے فیصلے پر حاوی ہوگا۔

(۱۲)......صدر و وزیر اعظم سمیت انتظامیہ کا کوئی شخص شریعت کے خلاف کوئی حکم نہ دے سکے گا۔

(۱۳)......صدر مملکت سمیت تمام عمال اور تمام ملکی باشندوں پر یہ فیصلہ یکساں نافذ ہوگا۔ اور عدالتی احتساب سے کوئی بالاتر نہ ہوگا۔

(۱۴)......مسلمہ اسلامی فرقوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے فقہی مسلک کے مطابق طے کیے جائیں گے۔

(۱۵)......غیر مسلم باشندوں کو مذہبی تعلیم اپنے ہم مذہبوں سے حاصل کرنے کی، اپنی مذہبی تبلیغ کی، اور اپنے شخصی معاملات اپنے مذہبی قانون کے مطابق طے کرنے کی آزادی ہوگی۔

(۱۶)......تمام عدالتوں میں حسب ضرورت تجربہ کار جید اور مستند علماء دین کا بحیثیت جج اور معاونین عدالت تقرر کیا جائے گا۔

(۱۷)......علوم شرعیہ اور اسلامی قانون کی تعلیم، اور ججوں کی تربیت کا ایسا مؤثر انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں علومِ شرعیہ اور خصوصاً اسلامی قانون کے ماہر جج تیار ہو سکیں۔

(۱۸)......قرآن وسنت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو اہل بیت عظام، صحابہ کرام (علیہم الرضوان) اور مستند مجتہدین کے علم اصولِ تفسیر اور علم اصولِ حدیث کے مسلمہ قواعد وضوابط کے مطابق ہو۔

(۱۹)......انتظامیہ، عدلیہ، مقنّنہ کے ہر فرد پر فرائض شریعت کی پابندی اور محرمات شریعت سے اجتناب ضروری ہوگا۔

(۲۰)......تمام ذرائع ابلاغ کو خلاف شریعت پروگراموں اور فواحش ومنکرات سے پاک کیا جائے گا۔

(۲۱)......حرام طریقوں اور خلاف شریعت کاروبار کے ذریعہ دولت کمانے پر پابندی ہوگی۔

(۲۲)......شریعت نے ملکی شہریوں کے جو بنیادی حقوق مقرر کیے ہیں۔ ان کے خلاف نہ کوئی حکم دیا جا سکے گا، نہ کوئی حکم مؤثر ہوگا، اور نہ اس کی کوئی قانونی حیثیت ہوگی۔

اس مسودہ قانون نفاذ شریعت کے اغراض ومقاصد کی وجوہ یہ ہیں کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک

ہے، اس کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک کے اسلامی نظریہ کا استحکام ہے۔ عوام جو اس نظام کے لیے بلا امتیاز بے چین ہیں، ان کو مطمئن کرنا ہے۔ اور ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ کے ذریعہ امن وامان اور اسلامی مساوات قائم کرنا ہے۔

شدید عوامی ردعمل:

ایوان بالا میں علماء کے پیش کردہ اس ''شریعت بل'' پر عوامی ردعمل کا جائزہ لینے کے لیے اس بل کو عوام کے اندر مشتہر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ صدر ضیاء شہیدؒ کی اسلامی قانون کے معاملہ میں نظام پر گرفت مضبوط ہونے کی وجہ سے سیکولر قوتیں تو اس بل کے خلاف کھل کر مخالفت کی جسارت نہ کرسکیں۔ کیونکہ تقریباً تمام مکاتب فکر (بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث) اس پر جمع ہو چکے تھے۔ البتہ بعض نام نہاد اسلام پسند جماعتوں نے اس بل کی مخالفت کا مختلف انداز اور مختلف عنوانات سے فریضہ خوب نبھایا۔ بعض نے اسے فرقہ پرستی پر مبنی بل قرار دیا۔ بعض نے اپنے مخصوص مسلک ومکتب فکر کے حوالہ سے اسے تنقید کا نشانہ بنایا، اور بعض نے اسے ''شرارت بل'' کا نام دے کر اپنے سیاسی بغض کا اظہار کیا۔ لیکن ملک بھر میں شریعت بل کی حمایت میں ایک شدید عوامی تحریک کا آغاز ہوا۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ حکومتی اداروں کی طرف سے اس اسلام پسند تحریک کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی نہیں کی گئیں۔

جنرل ضیاءؒ کی شہادت، اور اس کے دینی نقصانات:

یہ تحریک جس انداز سے برق رفتاری کے ساتھ ترقی وکامیابی کے مراحل طے کر رہی تھی، اور قریب تھا کہ یہ اپنی منزل تک پہنچ جاتی کہ غیر ملکی سازشوں اور اسلام دشمن ایجنڈہ کے تحت اگست ۱۹۸۸ء میں جنرلؒ صاحب کو ایک منظّم اور طے شدہ پروگرام کے تحت طیارہ حادثہ میں شہید کر دیا گیا۔ اور ان کے ساتھ جنرل اختر عبدالرحمٰن شہیدؒ سمیت ایک بڑی فوجی قیادت بھی اس حادثہ کا شکار ہوگئی (انا للہ وانا الیہ راجعون) جنرل شہید اپنی شہادت سے قبل الیکشن کی تاریخ کا اعلان کر چکے تھے۔ صدر غلام اسحاق خان اور آرمی چیف مرزا محمد اسلم بیگ کی قیادت میں مقررہ تاریخوں میں قومی اور صوبائی انتخابات مکمل ہوئے۔ جس کے نتیجہ میں وفاق کے اندر محترمہ بے نظیر بھٹو اور پنجاب کے اندر میاں محمد نواز شریف کی حکومتیں قائم ہوگئیں۔

جب تک فوج کے اندر جنرل ضیاء شہیدؒ کا تیار کردہ دینی ذوق رکھنے والا اسلام پسند فوجی ذہن قائم رہا اور سیاست وریاست پر اس کے سیاسی اثرات بھی باقی رہے، قادیانی، سیکولر، اور لبرل قوتوں کو مداخلت کرنے اور رکاوٹیں کھڑی کرنے کی جسارت نہ ہوسکی، کیونکہ مذہبی قوتوں کی طرف سے جو جدوجہد ہو رہی تھی وہ نظریہ پاکستان کے مطابق اور آئینی حدود میں ہو رہی تھی۔ مگر جب فوجی قیادت میں دینی ونظریاتی ذہن رکھنے والا طبقہ مدت ملازمت پوری ہو جانے یا امریکی سازش وایجنڈہ کے مطابق جبری ریٹائرمنٹ کی وجہ سے

فارغ ہوگیا اور اس کے بعد میدان کافی حد تک خالی نظر آنے لگا، تو بیرونی سفارت خانے حرکت میں آگئے۔ اوران کی سرپرستی و قیادت میں قادیانی، سیکولر اور لبرل حلقوں کو میدان میں آنے اور اسلام پسند قوتوں کا راستہ روکنے کا پورا پورا موقع مل گیا۔ اور بدقسمتی سے انہیں جنرل پرویز مشرف جیسے اسلام دشمن، قادیانیت نواز اور مصطفیٰ کمال اتاترک کی سیکولر ذہنیت کا حامل فوجی جرنیل بحیثیت حکمران بھی مل گیا۔ اس کی قیادت و سرپرستی مل گئی، جس نے ہٹلر کی طرح ریاستی جبر اور فوجی وردی کے ذریعہ نہ صرف اپنا سیکولر ایجنڈہ نافذ کرنے کے لیے تیز رفتار مہم شروع کردی۔ بلکہ اقتدار اور انانیت پرستی کے نشہ میں اسلام پسند قوتوں کا گھیرا تنگ کرنا بھی شروع کر دیا۔ مگر وہ اپنے رسوا کن ایجنڈہ اور مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اور ذلت و رسوائی کے حوالہ سے آنے والوں کے لیے نشان عبرت بن گیا۔ ۱۹۹۰ء میں صدر غلام اسحاق خان نے اسمبلی توڑ کر بے نظیر بھٹو حکومت کا خاتمہ کردیا تو اسی سال اکتوبر ۱۹۹۰ء میں دوبارہ انتخابات کرادیئے گئے۔ جن میں بیوروکریٹ اور آئی، ایس، آئی کی بھرپور معاونت سے میاں محمد نواز شریف صاحب بھاری مینڈیٹ کے ساتھ وزارت عظمیٰ کی کرسی پر براجمان ہوئے اور جنرل حمید گل کی کاوشوں سے اسلامی قانون سازی کا غلغلہ ایک بار پھر بلند ہوا۔ اس وقت اسلام پسند قوتیں امید و یاس کی کیفیت میں تھیں۔ کچھ حضرات پارلیمینٹ سے مطمئن تھے، اور کچھ حکومتی طرز عمل اور رویوں سے مایوس نظر آتے تھے۔

غامدی مذہب کا سیاسی منشور:

اسی دوران اسلام پسندی کی آڑ میں اسلام دشمنی کا کردار ادا کرنے والی بعض جماعتیں اور بعض اشخاص و افراد اپنا ایجنڈہ اور اپنا پروگرام لے کر میدان میں اتر آئیں۔ نہ وہ کھل کر آئین اسلامی کی حمایت کرنے کی پوزیشن میں تھیں، اور نہ ان میں اس کی مخالفت کا حوصلہ تھا۔ وہ صرف اس ''شریعت بل'' کو متنازعہ بنا کر اسے کامیابی کی منزلوں سے دُور کرنے اور اسے ناکام کرنے کی مہم میں مصروف تھیں۔ انہی میں سے ایک ٹیم جناب جاوید احمد غامدی اور ان کے ہمنواؤں کی تھی۔ ہمیں یہ بات کہنے میں ذرا برابر ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ عملی جدوجہد شروع کرنے کے بعد غامدی صاحب کا جو طرزِ فکر، طرز عمل اور اسکی روشنی میں جو ایجنڈہ یا پروگرام اور ان کے جو عزائم و مقاصد ہمارے سامنے آئے ہیں۔ اور انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح جو فکری پینترے بدلے ہیں، اس کے بعد ان کو اسلام پسند سمجھنے والا، یا ان سے اسلام پسندی کی کوئی امید رکھنے والا ہمارے خیال میں ''احمقوں کی جنت میں بستا ہے''۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کا دور حکومت ختم ہونے کے بعد جب میاں محمد نواز شریف برسر اقتدار آئے تو غامدی صاحب نے اپنے مخصوص اسلام کی تمام امیدیں ان سے وابستہ کرلیں۔ اور اس سلسلہ میں ایک ''منشور'' بھی ترتیب دے ڈالا۔ اس منشور کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے نہیں بلکہ ''شریعت بل'' کو غیر مؤثر کرنے کے لیے

ترتیب دیا گیا۔ غامدی صاحب کی طرف سے ''ادارہ انصار المسلمون لاہور'' کا قیام عمل میں لایا گیا، اس کے زیر اہتمام ''ماہنامہ تذکیر لاہور'' کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا گیا۔ جناب طالب محسن اس کے مدیر اور جناب محمد احسن تہامی اس کے مدیر منتظم مقرر کیے گئے۔

اس کے چند شمارے ہم تک پہنچے۔ ان میں سے دو شمارے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ جن میں غامدی صاحب کے دو بڑے اہم مضمون شائع ہوئے ہیں........(پہلا مضمون) جلد اول شمارہ ۱۵، دسمبر ۱۹۹۰ء میں طبع ہوا (یعنی الیکشن کے تقریباً ایک ماہ بعد) جو ۱۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف غامدی صاحب کا ہی ایک مضمون ہے، جس کا عنوان ہے........منشور، اعلان جنگ دور حاضر کے خلاف........اس میں غامدی صاحب نے اپنی فکری اسلامی ریاست کے کچھ اصول و ضابطے بیان کیے ہیں........(دوسرا مضمون) جلد دوم: شمارہ نمبر ا، جنوری ۱۹۹۱ء میں طبع ہوا۔ جو ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسمیں بھی صرف غامدی صاحب کا ایک مضمون شامل ہے۔ اس کا عنوان ہے........پس چہ باید کرد، اہل اقتدار کے لیے نفاذ دین کی حکمت عملی ....غامدی صاحب کے یہ دونوں مضمون چونکہ صرف ایک ہی موضوع سے تعلق رکھتے ہیں، صرف ان کے عنوان جدا جدا ہیں، ان میں سے ایک تفصیلی اور دوسرا اجمالی ہے۔ اس لیے ہم نے دونوں کو چند ترتیبی تبدیلیوں کے ساتھ جمع کر دیا ہے تا کہ اس کے مفہوم و مقصود تک بسہولت رسائی حاصل کی جا سکے۔ اور اس کے لیے ہم نے چند چیزوں کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔

(ا)......بعض غیر متعلقہ تفصیلی مواد اور تکرار کو ختم کر کے ہم نے اسے اختصار کی شکل دی ہے۔ البتہ مکمل امانت و دیانت کے ساتھ اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ اس کے اندر مضمون کے اصلی و حقیقی مطالب و معانی اور مضمون نگار کی ظاہری مراد کسی مقام پر بھی مجروح و پامال نہ ہونے پائے۔

(۲)......قارئین کرام کے لیے سہولت و آسانی کا خیال رکھتے ہوئے تقدم و تأخر کے اعتبار سے ترتیب اور الفاظ و جملوں کا انتخاب اپنے فہم ناقص کی روشنی میں کیا ہے۔

(۳)......عنوانات بھی ہم نے اپنے ذہن کے مطابق قائم کیے ہیں۔ لیکن وہاں بھی پوری ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے بحمد اللہ تعالیٰ اس حقیقت و نزاکت کا خاص خیال رکھا ہے کہ مضمون نگار کی قلمی منشاء اور فکری مراد اپنی اصلیت کے ساتھ بدستور موجود رہے۔

(۴)......چونکہ غامدی صاحب نے اپنے اس مضمون کو.........منشور، دور حاضر کے خلاف اعلان جنگ.........کا عنوان دیا ہے۔ اور اسی ذہن سے اس کی سرخیاں قائم کی ہیں۔ لہٰذا ہم نے بھی اسے ''آئینی و دستوری'' طرز پر مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ تا کہ قارئین کرام کو آئندہ اوراق کا مطالعہ کرتے وقت کوئی

مشکل و دشواری پیش نہ آئے۔ اور وہ بغیر کسی مشقت کے غامدی صاحب کے فکری ماضی و حال اور اس کے اندر واضح و غیر مبہم تضادات کا جائزہ لے سکیں۔ ہمارے ناقص مطالعہ کی روشنی میں غامدی صاحب ''شریعت اسلامیہ'' کو دین و مذہب کے بجائے اسے صرف قانون کا درجہ دیتے ہیں۔ اس کے جملہ احکام و مسائل کے بارہ میں قانون کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ قانون کی زبان بولتے ہیں، اور قانون کی زبان سمجھتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک ''شریعت اسلامیہ'' کا تعلق ''ہدایت'' سے نہیں ''لاء'' سے ہے۔ اس لیے ان کے ذوق کے احترام میں ہم نے بھی وہی طرز اختیار کیا ہے۔ خدا تعالیٰ ہماری ہر قسم کی کمی، بیشی معاف فرمائے۔ اور اس تحریر کو ہم سب کے لیے ہدایت و نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

غامدی مذہب کے سیاسی منشور کی اجمالی تمہید

مطبوعہ دسمبر ۱۹۹۰ء/ جنوری ۱۹۹۱ء

از قلم: جاوید احمد غامدی......اختصار: حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

اس ملکی تاریخ میں پہلی بار قصر شاہی سے نظام اسلامی کی وہ صدا بلند ہوئی جو کبھی محراب و منبر سے اٹھتی تھی (غامدی صاحب کا یہ جملہ قارئین کرام اپنے ذہن میں اچھی طرح محفوظ رکھیں، ان شاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں کام آئے گا، بشیرؔ) اور قصر شاہی کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آ جاتی تھی۔ ہمارے کانوں نے یہ ''مژدۂ جانفزا'' ان برسوں میں پہلی بار سنا کہ اب وہ ہمارے معاشرے میں قائم ہوا چاہتا ہے، جس سے چودہ صدیاں پہلے ہم نے اپنی تاریخ کی ابتداء کی تھی۔ اور جس میں انسان کے سارے اخلاقی آئیڈیل تصورات کی دنیا سے عالمِ وجود میں آئے۔ اور لوگوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور اپنے ہاتھوں سے چھوا ہے۔ یہ مژدہ سنتے دن مہینوں اور مہینے سالوں میں بدلتے رہے۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ کیونکہ یہ نظام قائم کرنے والے اسے قائم کرنے کے لیے ابتدائی لوازم سے ہی محروم تھے۔ اس کے ساتھ اس طریق کار اور حکمت عملی سے بھی ناآشنا تھے۔ جسے اختیار کیے بغیر معاشرہ میں اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہی نہیں۔ اس کی بنیادی وجوہات دو ہیں:

(اول)...... یہ کہ معاشرہ سے بگاڑ و فساد پیدا کرنے اور اس کا ذریعہ بننے والے کردار بدلنے کی کوشش کی جائے۔

(دوم)...... یہ کہ وہ ترجیحات طے کی جائیں جو معاشرہ پر قرآن و سنت کے احکام نافذ کرنے کے لیے اختیار کی جا سکیں۔ اور پھر عملی جدوجہد کا ہر قدم اسی کے مطابق اور اسی کی روشنی میں اٹھایا جائے۔ وہ عوامل جو معاشرہ کے بناؤ اور بگاڑ پر اثر انداز ہونے والے ہیں ان کا ہم الگ سے تجزیہ کریں گے۔

آرٹیکل 1

غامدی منشور اور غلبہ دین کی عالمی جدوجہد

ہمارا ملک جو دوقومی نظریہ کی بنیاد پر خالص اسلامی نظام حیات کے لیے قائم کیا گیا، اس کے اندر غلبہ دین کے لئے سیاسی انقلاب کی جدوجہد کم وبیش نصف صدی سے جاری ہے اور اس کے دو مرحلے تھے، پہلا قانونی اور دوسرا عملی۔

(۱)......ملک کے دستور و قانون میں اسلامی قانون کی بالادستی پوری طرح مان لی جائے (کیونکہ اسلام کو پاکستان کا مملکتی مذہب تو ۱۹۷۳ء کے آئین میں تسلیم کرلیا گیا تھا۔ پاکستان کو آئینی طور پر ''اسلامی جمہوریہ'' بھی قرار دیا جاچکا تھا اور ۱۹۸۵ء میں قرار داد مقاصد بھی دستور کے اندر باقاعدہ شامل ہوچکی تھی، بشیؔر) یہ جدوجہد ۱۹۴۸ء میں ''نظام اسلامی'' کی مہم کے نام سے شروع ہوئی۔ اور اللہ کی عنایت سے اب پایہ تکمیل تک پہنچنے کو ہے۔ یہ انتخابات جو ۲۷/اکتوبر ۱۹۹۰ء کو پورے ہوئے اللہ نے چاہا تو اس مرحلہ کو بہت جلد پایہ تکمیل تک پہنچادیں گے۔

(۲)......دینی نقطہ نظر سے جو تغیرات اس ملک کے نظام میں زندگی کی ہر سطح پر ہونے چاہئیں وہ فی الواقع ہوجائیں۔ اور یہی مرحلہ ہے اس کے لیے جدوجہد کی ابتداء کی جائے۔

(۳)......اگر ملک کے اندر ہر سطح پر اور ہر شعبہ میں اسلام نافذ کرنے کا یہ مرحلہ پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو اس کے ذریعہ پوری دنیا میں غلبہ دین کی وہ جدوجہد ہمارے لیے ممکن و آسان ہوجائے گی۔ جس کا خواب ہم صدیوں سے دیکھ رہے ہیں۔

(۴)...... یہ دوسرا مرحلہ درحقیقت ایک اعلان جنگ ہے دور حاضر کے خلاف۔ اس میں ہم جدوجہد کریں گے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ حق اپنی ضرب کلیمی (مراد جہاد و قتال ہے یا معجزانہ اُمور، واللہ اعلم بالصواب، بشیؔر) کے ساتھ نمودار ہو اور ائمہ مغرب نے سیاست، معیشت، معاشرت، اُصول وعقائد اور علم و تحقیق میں حکمتِ فرعونی کے جو پیکر اس زمانے میں تخلیق کر رکھے ہیں وہ سب کے سب پاش پاش کردیئے جائیں۔

(۵)......اس منشور کے ذریعہ ہم اس دور کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں۔ جس کی روح ابلیسی اور سرشت کافرانہ ہے۔ (اس جملہ کو بھی ذہن نشین رکھیئے گا، بشیؔر) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مغرب میں اصلاح دین (مراد عیسائیت ہے، بشیؔر) کی جو تحریک ۱۴۰۵ء میں شروع ہوئی تھی (لوتھر کے ذریعہ احیاء علوم اور اصلاح کلیسا کے عنوان سے جو تحریک اٹھی۔ جس نے مذہب اور سیاست کے درمیان تفریق پیداء کرتے ہوئے سٹیٹ اور کلیسا کے مابین حدود و قیود کی بلند و بالا دیواریں کھڑی کردیں۔ اور عیسائیت کیتھولک اور

پروٹسنٹ کے دو گروہوں میں بٹ کر رہ گئی، بشیر) اس کے بطن سے دجال پیدا ہو چکا ہے۔ اور قوم یأجوج مأجوج ہمالہ کی دیوار کو چاٹ رہی ہے۔

(۶)......جو خدا کے بندے ایک مرتبہ پھر میدان کارزار میں کھڑے ہیں (اشارہ طالبانِ افغانستان کی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس وقت ۱۹۹۱ء میں مشرقی یورپ کی روح ابلیسی اور کافرانہ سرشت رکھنے والے روسی سامراج کے خلاف وہی نبرد آزما اور برسر پیکار تھے، اور انہوں نے ہی اس کے ''سپر پاور'' ہونے کا غرور توڑا تھا۔ اور انہوں نے ہی حکمت فرعونی کے پیکر ''سوویت یونین'' کو حق کی ضرب کلیمی کے ساتھ پاش پاش کیا تھا، بشیر) ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس جنگ میں اب ہم بھی معرکہ آراء ہوں گے۔ **وماالنصر الا من عنداللہ.**

(نوٹ)...... بدقسمتی سے غیر ملکی ایجنڈہ، طبعی بزدلی، یا مالی مفادات نے اس کی نوبت نہیں آنے دی، اور محرومیت ہی غامدی صاحب کا مقدر رہی، کیوں کہ وہ طالبان افغانستان کی حمایت میں معرکہ آراء ہونے کی بجائے ان کے خلاف صف آراء اور نبرد آزما ہو گئے، اور تا حال اسی پوزیشن میں ہیں۔ [بشیر]

(۷)......روح ابلیسی اور سرشت کافرانہ کے خلاف ہماری یہ جنگ اگر خدا نے چاہا تو اس وقت تک جاری رہے گی جب تک پوری سرزمین پر خدا کی بادشاہی قائم نہیں ہو جاتی۔ اس جنگ میں اب کسی مسلمان کو غیر جانبدار نہیں رہنا چاہیے۔

(نوٹ)......شاید اس جنگ کی اب اس لیے ضرورت باقی نہیں رہی کہ خدا کی بادشاہی پوری دنیا میں غیر ضروری ہو گئی ہے، چونکہ مغرب کی بادشاہی پہ اچھا خاصا گزارا چل رہا ہے۔ اس لیے غامدی صاحب کے نزدیک خدا کی بادشاہی کو اب جزیرہ عرب، اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود کر دینا کافی ہے۔ [بشیر]

(۸)...... یہ جہالت کے خلاف علم کی جنگ ہے۔ شیطان کے خلاف انسان کی جنگ ہے۔ دجل و فریب کے خلاف سچائی کی جنگ ہے۔ کفر کے خلاف ایمان کی جنگ ہے (قارئین یہ جملہ بھی ذہن نشین رکھیں، بشیر) اسے ہم دلیل و برہان کے اسلحہ سے خدا تعالیٰ کی نصرت کے بھروسہ پر لڑیں گے۔

(۹)......ہم ہر اس شخص کو اس جنگ میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔ (بشرطیکہ غامدی صاحب پہلے خود شریک ہونے کا حوصلہ کر سکیں، بشیر) جس کے سینہ میں ایمان کی کچھ بھی رمق باقی ہو۔ (پہلے غامدی صاحب کو اپنے سینہ کا ایمانی چیک اپ کرا لینا چاہئے، بشیر) اس سے پہلے کہ زمین ہلا ماری جائے۔ اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں۔ ہر صاحب ایمان مسلمان (شرط قابل توجہ ہے، بشیر) کو اس جنگ میں شامل ہو جانا چاہیے۔

(۱۰)......ایمان کے علمبردارو! (شاید المورد، والے یا غامدی صاحب کے دیگر ہمنوا مراد ہوں،

بشیرؔ) اٹھواوراس جنگ میں شامل ہوجاؤ۔ تمہیں اس جنگ میں کھونا ہی کیا ہے،صرف جان و مال اور بس یہ دنیا۔ جسے ہر شخص کوایک دن کھونا ہی ہے۔اور جسے کھونے سے (یعنی منصب شہادت پانے سے، بشیرؔ) ہی وہ حیات ابدی ملے گی (**بل احیاء عند ربھم یرزقون** کی طرف اشارہ ہے، بشیرؔ) جس حیات ابدی میں ماضی کا کوئی پچھتاوانہ ہوگا۔اور نہ مستقبل کا کوئی اندیشہ باقی رہے گا۔ **لاخوف علیھم ولاھم یحزنون.**

آرٹیکل 2

غامدی منشور کا نظم سیاست

اسلام ایک ایسا دین و مذہب ہے جوانسانی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مرحلہ کی راہنمائی کے لیے، اُصول وضوابط،حدودوحقوق،اورقوانین واحکامات متعین کرتا ہے۔اوراس کے اندر مذہب وسیاست یا دین و ریاست کے درمیان کسی قسم کی تفریق وتقسیم کا کوئی تصور موجود نہیں۔

(۱)......ان لوگوں کا تصور ونظریہ سراسر غلط و بے بنیاد ہے۔ جو اسلامی ریاست کے اندر سیاسی جماعتوں کا وجود غیر ضروری اور ناجائز قرار دیتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں ریاست کے اندر معاشرتی اصلاح و ضرورت کے لیے ناگزیر ہیں۔

(۲)......ہمارے ملک میں بعض ایسی سیاسی جماعتیں موجود ہیں (مثلاً سوشلزم، کمیونزم، سیکولر ازم، لبرل ازم وغیرہ لادینی نظاموں کا ایجنڈہ اور دستور رکھنے والی، بشیرؔ) جن کے لیے اس اسلامی ریاست کے اندر کوئی گنجائش موجود نہیں۔اور نہ فی الواقع ان کے وجود کی کوئی گنجائش پیدا کی جاسکتی ہے۔(کیونکہ پاکستان دوقومی نظریہ کی بنیاد پر بنایا گیا ہے، یہ آئینی طور پر اسلامی جمہوریہ ہے، اسلام ہی اس کا ریاستی و مملکتی مذہب ہے۔اوردستور کی روشنی میں یہاں ہر قسم کی غیر اسلامی قانون سازی ممنوع ہے، بشیرؔ) مگر اس کے باوجود ان میں سے بعض جماعتوں کے لیڈر تو کھلم کھلا الحاد اور بے دینی کی دعوت دینے والے ہیں۔

(۳)......بعض سیاسی جماعتوں کا موقف و دستور یہ ہے کہ مذہب انسان کا ذاتی و پرسنل معاملہ ہے، وہ جو مذہب چاہے اور جب چاہے اختیار کرلے۔ ریاست کا مذہب اور اس کے مذہبی عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔نہ وہ اس میں مداخلت کا کوئی حق رکھتی ہے۔وہ جماعتیں ریاست کو مذہب سے بالکل لاتعلق رکھنا چاہتی ہیں۔اوران کا یہ تصوران کے دستوری مسلمات میں شامل ہے۔

(۴)......بعض سیاسی، جمہوری جماعتوں کے نزدیک گزشتہ زمانہ میں آخری مرجع بادشاہ اوراس کے اعیان تھے۔اوراب یہ حیثیت پارلیمنٹ کو حاصل ہوچکی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ جمہوری دور ہے، منتخب ارکان پارلیمنٹ کی اکثریت اگر کسی چیز کو جائز اور حق قرار دے دے تو وہ چیز حق ہے۔اور جس چیز کو وہ باطل قرار دے دے وہ باطل ہے۔ کیوں کہ یہ ان کا جمہوری حق ہے۔ان جماعتوں کے نزدیک مذہبی و دینی

قوانین (یعنی وحی الٰہی) زمانہ قدیم کی یادگار رہے۔اسے روشنی کے دور میں نافذ نہیں کیا جاسکتا۔(گویا غامدی صاحب کے نزدیک بھی جمہوریت کا یہ تصور اسلام کے خلاف اور باطل و مردود ہے، بشیرؔ)

آرٹیکل 3

غامدی منشور کا نظم ریاست

(۱)......ملکی انتخابات متناسب نمائندگی کی بنیاد پر کرائے جائیں گے، تاکہ جماعتیں دستور و نظریات کے حوالہ سے قوم کے سامنے آئیں۔اور لوگ افراد و شخصیات کی بجائے دستور و نظریات کو ووٹ دیں۔اس طرح شاید قابل اور باصلاحیت لوگ منتخب ہوسکیں (جیسا کہ ہالینڈ میں متناسب نمائندگی کا پارلیمانی نظام نافذ العمل ہے، بشیرؔ)

(۲)......ریاست کے دستور میں یہ بات واضح کی جائے گی کہ ریاست کے بالاتر قانون صرف قرآن و سنت ہوں گے۔آئین کی باقی تمام دفعات اور پارلیمنٹ کے تمام ارکان سب اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے۔

(۳)......اس بات کا باقاعدہ اعلان کیا جائے گا کہ توحید کی اقامت، شرک کا اِبطال، نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام، معروف کی ترویج (امر بالمعروف) منکر کا استیصال (نہی عن المنکر) یہ سب (یعنی ۶/ چیزیں، بشیرؔ) اس ریاست میں غایت اور مقصود کے درجہ میں ہوں گے۔اور اِن اُمور کی پابندی پر بہرحال حکمرانوں کو کڑی نظر رکھنی پڑے گی۔

(۴)......ریاست کا نظام اور نظام کا نفاذ صرف ان مسلمانوں کی رائے اور مشورہ کے مطابق اور انہی کے ذریعہ قائم کیا جائے گا۔جو نماز قائم کرنے والے اور صاحب نصاب ہونے کی صورت میں بیت المال کو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہوں گے۔

(۵)......پارلیمنٹ کے ارکان شوریٰ اور منصب امامت و امارت کے لیے صرف وہی لوگ منتخب کیے جائیں گے جو علم و تقویٰ اور تدبیر و سیاست میں دوسروں سے برتر و ممتاز ہوں گے۔

(۶)......ارباب اقتدار و اختیار کو اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ وہ اپنا معیارِ حیات اور طرزِ زندگی ملک کے عام شہریوں کی طرح رکھیں گے۔کسی طرح بھی (رہائش، خوراک، لباس، اندرونی و بیرونی آمدو رفت، اخلاق و رویہ وغیرہ میں) خود کو ان سے ممتاز و نمایاں نہیں رکھیں گے۔اور اپنے شب و روز کی زندگی (بغیر پروٹوکول) عام لوگوں کی طرح گزاریں گے۔

(۷)......ارباب اقتدار و اختیار اور ان کے جملہ عمال و حکام کو پابند کیا جائے گا کہ مظلوم کی دادرسی، اور انصاف کی فوری فراہمی کے لیے ان کے دروازے ۲۴/ گھنٹے لوگوں کے لیے کھلے ہوں گے۔

(۸)......ریاست میں ہر انتظامی وحدت کا مرکز جامع مسجد کو قرار دیا جائے گا، اور انتظامی وحدتوں کی تقسیم اس طرح کی جائے گی کہ ہر وحدت کی جامع مسجد اس کی پوری آبادی کے لیے کفایت کرے۔

(۹)......تمام وحدتوں کے لیے انتظامی دفاتر اور عدالتیں انہی مساجد سے ملحق قائم کی جائیں گی، ریاست کے صدر مقام اور ہر صوبائی دارالحکومت میں صرف ایک مسجد کو مرکزی جامع مسجد قرار دیا جائے گا۔

(۱۰)...... نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو سنت قائم کی تھی کہ ان مساجد میں نماز جمعہ کا خطاب اور اس کی امامت امیر ریاست اوران کے عمال ہی کریں گے۔ صدر مقام کی مرکزی مسجد میں سربراہ حکومت خود، صوبوں میں گورنر، اور دیگر انتظامی وحدتوں کی جامع مسجدوں میں ان کے عمال خطابت و امامت کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اگر خطبہ جمعہ یا امامت کرائے گا تو کسی شرعی حجت کی بنا پر ان کی معذوری و مجبوری کی صورت میں ان کے قائم مقام کی حیثیت سے کرائے گا۔ یہ در حقیقت خدا کے آخری پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سے اِس بات کا اعلان تھا، کہ اس دین میں مسجد ہی ایوان اقتدار ہے۔ مسلمان جسے اپنا سیاست کا امیر مانتے ہیں وہی ان کا عبادت کا امام ہے۔ اور اسی طرح مذہب اور سیاست کی تفریق اب ہمیشہ کیلئے ختم کر دی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو خلافت آپ کے صحابہ نے قائم کی۔ اس میں آپ ؐکی یہ سنت پوری شان وشوکت کے ساتھ قائم رہی۔

آرٹیکل 4

غامدی منشور کا نظم مساجد

(۱)......وہ تمام مساجد جہاں حکام وعمال حکومت خطبہ جمعہ دیں گے۔ ان کے علاوہ پورے ملک کی تمام مساجد میں خطبہ جمعہ ممنوع قرار دے دیا جائے گا، اوران کی جامع مسجد کی حیثیت ختم کر دی جائے گی۔

(۲)......خلافت راشدہ کے بعد حکمرانوں نے اپنی نا اہلیت کی وجہ سے منبر ومحراب علماء کے سپرد کر دیئے، یہ ہمارے لیے تاریخ اسلامی کا سب سے زیادہ المناک حادثہ ہے۔

(۳)......ملک بھر کی تمام مساجد کا انتظام واہتمام ریاست کو اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہئے۔

(۴)......مساجد میں دروس ومجالس کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ اور ہر صاحب علم کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ جس مسجد میں جب چاہے اپنی تحقیق، اپنے مسلک اور اپنے نقطۂ نظر کے مطابق تعلیم وتدریس اور اصلاح وارشاد کی مجلس قائم کر سکے۔ (گویا مساجد کو مذہب کا اکھاڑہ بنا دیا جائے۔ ایک آئے تو وہ سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ راشد ثابت کرے، اور دوسرا آئے تو ان کو ظالم وغاصب ثابت کرنے کی کوشش کرے، العیاذ باللہ تعالیٰ، غامدی صاحب اپنا فہم قرآن لے کر آجائیں، اور پرویزی اپنا فہم قرآن، اور لوگ قرآنی تعلیمات سے علمی وفکری فائدہ حاصل کرنے کی بجائے کنفیوژن کا شکار ہو کر مساجد میں

جانا بند کردیں۔ اور یہی غامدی صاحب کا غیر ملکی ایجنڈہ نظر آتا ہے، اللہ حفاظت فرمائے اور ان شرور وفتن کو مساجد سے دور رکھے، آمین۔ بشیؔر)

آرٹیکل 5

غامدی منشور کا نظم قانون سازی

(۱)...... یہ حقیقت پوری طرح واضح کردینی چاہئے کہ دین کا پہلا مأخذ قرآن حکیم ہے، اور دوسرا مأخذ حدیث وسنت ہیں، حدیث اور سنت دونوں کا بیشتر حصہ تواترِ عملی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے، باقی جو کچھ اخبار احاد کی صورت میں تھا، اس میں جتنا کچھ ہمارے اسلاف نے قابل اعتماد پایا وہ سب انہوں نے ہماری طرف منتقل کردیا، اس میں سے کوئی چیز انہوں نے چھپا کر نہیں رکھی۔ (کاش غامدی صاحب اپنے اس مؤقف پر قائم رہ سکتے، بشیؔر) دین میں یہی دو چیزیں ہی اصل حجت ہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں اس زمانہ میں ہمارے پاس بھی بالکل اسی طرح موجود ہیں، جس طرح یہ اگلوں کے پاس موجود تھیں (یعنی جس طرح اسلاف کو ان دونوں چیزوں میں فکر وتدبر اور اجتہاد واستنباط کا حق حاصل تھا، ہمیں بھی ہونا چاہئے۔ بشیؔر)

(۲)......قرآن اور سنت وحدیث کی تعبیر وتشریح کے لیے دینی علوم کے ماہرین کی ایک ایسی ''مجلس علمی'' قائم کی جائے گی (حالانکہ اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے یہ مجلس ۱۹۷۳ء کے آئین میں موجود ہے، اور جنرل پرویز مشرف کے دور میں غامدی صاحب بھی اس کے رکن رہ چکے ہیں، بشیؔر) جس کا انتخاب پارلیمنٹ کے ارکان اپنے ووٹوں کے ذریعہ کریں گے، یہ مجلس ہماری حیاتِ اجتماعی کے تمام معاملات کے بارہ میں صرف قرآن اور حدیث وسنت کا منشاء متعین کرے گی، جس سے ہم ایک مسلمان کی حیثیت سے باہر نہیں نکل سکتے۔

(۳)......اس علمی مجلس کے اَساسی ضوابط میں یہ دو اُصول واضح طور پر بیان کردینے چاہئیں...... اول یہ کہ سب اختلافات کا فیصلہ کثرت رائے کے ساتھ ہونا چاہئے...... دوسرے یہ کہ دین صرف وہی ہے جس کی سند قرآن مجید یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وحدیث میں موجود ہے، اور صرف یہی دو چیزیں دین کا مأخذ ہیں۔ (غامدی صاحب کے اس نظریہ کا شریعت بل سے موازنہ کیجئے اور اندازہ کیجئے کہ تمام مکاتب فکر کے مسلّمہ ''اصول اربعہ'' کے مقابل یہ خودساختہ اَساسی ضوابط اسلامی نظام کے قیام کی سنجیدہ کاوش ہے یا اس کا راستہ روکنے کی منظّم سازش؟ اور پھر حیرت ہے کہ ایک طرف غامدی صاحب کثرت رائے سے فیصلہ کی تجویز دے رہے ہیں، اور دوسری طرف اَساسی ضابطے بھی خود متعین کررہے ہیں، حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس ملک کی اکثریت اہل سنت والجماعت حنفی مسلمانوں کی ہے، اور وہ ''اصول اربعہ'' کے اساسی ضابطوں پر یقین رکھتے ہیں، جن کی وضاحت شریعت بل کے اندر واضح طور پر موجود ہے، بشیؔر)

(۴)......جو شخص اس بات کا منکر نہ ہو (یعنی قرآن اور حدیث وسنت کو دینی مأخذ مانتا ہو اور اجماع واجتہاد کو دینی مأخذ تسلیم نہ کرتا ہو، بشیر) وہی ان مأخذ کی تعبیر وتشریح کے کام میں تعاون کے لیے آگے بڑھے۔ (پھر غامدی، نیچری، پرویزی اور چکڑالوی کے سوا کون باقی بچتا ہے؟ بشیر)

(۵)......علمی ماہرین کی اس مجلس نے قرآن اور سنت وحدیث کا جو منشاء متعین کر دیا، اور جو مقصود واضح کر دیا انہی حدود واُصول کے مطابق پارلیمنٹ قانون سازی کا فریضہ سرانجام دے گی۔ (اور جن اجماعی ومتواتر اُصولوں پر امت چودہ سو سال سے عمل کر رہی ہے، اُن کی حیثیت کیا ہوگی؟ بشیر)

(۶)......مجلس علمی اور پارلیمانی فیصلہ سے اختلاف رکھنے والا اپنا اختلاف علمی دلائل کے ساتھ تحریر وتقریر کے ذریعہ جب چاہے اور جہاں چاہے بیان کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے خلاف احتجاج، اس سے انحراف یا اس کی خلاف ورزی ہر حال میں جرم قرار پائے گی۔

آرٹیکل 6

غامدی منشور کا نظم معیشت

(۱)......سرمایہ دار کی اعانت وامداد کے لیے بطور قرض سرمایہ فراہم کرنے کا ہر نظام ختم کیا جائے گا۔

(۲)......اخلاقی فساد اور ارتکاز سرمایہ کا باعث بننے والا ہر معاشی عمل (سود، جوا، بیمہ، ذخیرہ اندوزی، وغیرہ) ناجائز قرار دیا جائے گا۔

(۳)......اسلام کا قانون میراث نافذ کیا جائے گا۔

(۴)......تمام ریاستی اخراجات کا انحصار صرف سرکاری ذرائع آمدن، حکومتی وسائل اور زکوٰۃ وعشر پر کیا جائے گا۔

(۵)......زکوٰۃ وعشر کے علاوہ ہر قسم کے ٹیکس ختم کیے جائیں گے۔

(۶)......ذرائع پیداوار میں اگر انفرادی تصرف کا حق ظلم وعدوان کی صورت اختیار کر جائے تو ریاست پوری قوت کے ساتھ مداخلت کرے گی، حتیٰ کہ اگر ضرورت پڑے تو مالک کو اس کے حق سے محروم کر دیا جائے گا۔

آرٹیکل 7

غامدی منشور کا نظم معاشرت

(۱) تصویر، موسیقی، اور دوسرے فنون لطیفہ میں سے کوئی بھی چیز اصلاً ممنوع نہیں ہے، ان کے استعمال کی بعض صورتیں ممانعت کا سبب ہیں، ان اسباب کی وجہ سے ازروئے شریعت نہیں بلکہ ازروئے قضاء

ان کی ممانعت کا حکم دیا جائے گا۔

(۲) مردوں کو پابند کیا جائے گا کہ وہ اگر اپنی عورتوں سے مفارقت وجدائی چاہیں تو قرآنی طریقہ کے مطابق ایک ایک ماہ کے وقفہ سے تین الگ الگ طلاقیں دیں، ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں اکٹھی نہ دے بیٹھیں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں سزا دی جائے گی، لیکن کوئی شخص قانون سے ناواقفیت یا اپنی حماقت کی بنا پر ایسا کر بیٹھے، یعنی تین طلاقیں اکٹھی دے بیٹھے تو طلاق کے معاملہ میں وہ طریقہ اختیار کیا جائے گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ بن عبد یزید کے معاملہ میں اختیار کیا۔ (یعنی تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جائے گا، بشیر)

(۳) دوسری شادی کو لازمی ضرورت سے مشروط کیا جائے گا، اور اس کے لیے مطلق اباحت (جواز) کے تصور کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔

(۴) عورتوں پر ظلم وتعدی کا ہر دروازہ بند کیا جائے گا، اور خدا نے ان کے جو حقوق مقرر کیے ہیں وہ ان کو دلوائے جائیں گے۔

(۵) قومی زبان، قومی لباس اور قومی روایات کو معاشرہ میں پوری طرح رائج اور مستحکم کیا جائے گا۔

(۶) عربی زبان کو معاشرہ میں وہی حیثیت دی جائے گی جو اس وقت انگریزی زبان کو حاصل ہے۔

آرٹیکل 8
غامدی منشور کا نظم حقوق نسواں

(۱)......عورت کا اصل مقام اس کے گھر کی چار دیواری ہے، اور اسے اسی چار دیواری میں مقیم رہنا چاہئے۔

(۲)......کسی ضروری و ناگزیر معاشی و معاشرتی وجہ سے، خاندانی سرگرمیوں یا علاج وغیرہ کی مجبوری کے تحت اسے باہر نکلنے کی سہولت فراہم کی جائے گی۔

(۳)......مخلوط تعلیم اور ہر قسم کے مخلوط نظام ختم کیے جائیں گے، کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں۔

(۴)......عورتوں کو پابند کیا جائے گا کہ وہ اگر کسی بھی مجبوری کے تحت گھر سے باہر نکلیں تو سر پر بڑی چادر اوڑھ کر، اپنے سینے ڈھانپ کر، مسلمان شریف زادیوں کے لباس میں باہر نکلیں۔

(۵)......شوہر کو عورت کا قوام (یعنی سربراہ وسرپرست) تسلیم کیا جائے گا، اس لیے کہ ان کے پاس عورتوں کو تنبیہ وتادیب کرنے کا قرآنی حق سورۃ النساء، آیت:۳۴ میں موجود ہے (یعنی حقوق وحدود سے تجاوز کی وجہ سے قرآن حکیم نے مردوں کے لئے عورتوں کو ڈانٹنے، انہیں اپنے بستروں سے الگ کرنے، اور انہیں بطور ترہیب ہلکی مار مارنے کا جو حق دیا ہے وہ برقرار رکھا جائے گا، بشیر)

آرٹیکل 9

غامدی منشور کا نظم ابلاغ

(۱)......اس ملک کے جملہ ذرائع ابلاغ ریڈیو، فلم، ٹیلی ویژن اور اخبارات و جرائد وغیرہ (اور اب کمپیوٹر و موبائل بھی، بشیر) میں وہ تمام جرائم ممنوع قرار دیئے جائیں گے جو اس وقت روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔

(۲)......یہ ذرائع ابلاغ عورت کو محض محقق، عالم، ادیب، شاعر اور اس طرح کے کسی دوسرے (مؤثر و مفید) حوالہ سے سامنے نہیں لاتے، بلکہ اس کو یہ بالعموم ایک ذریعہ جذب و کشش اور تفریح و آسودگی ہی کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

(۳)......میڈیا کے اسی مقصد و رویہ اور طرز عمل کا نتیجہ ہے، کہ وہ میڈیا پر قرآن مجید کی صریح ہدایت اور حکم کے مطابق سر کی اوڑھنی سے اپنا سینہ ڈھانپ کر (اگر سر پر اوڑھنی ہی نہ ہو تو؟ بشیر) اور زیب و زینت کی نمائش کیے بغیر کم ہی سامنے آتی ہیں۔ عورت کی نمود و نمائش ان ذرائع ابلاغ میں جب بھی ہوتی ہے اسلامی تہذیب کے ایک پاکیزہ نمونہ کی بجائے بالعموم اس کے نسوانی حسن، اور اس کے غمزہ وعشوہ (ناز برداری و اشارہ بازی، بشیر) اور اداء و نخرہ ہی کو فروخت کرنے، اور مغرب کی اس جاہلی تہذیب و معاشرت کی اشاعت ہی کے لیے ہوتی ہے، جس کا فساد اب ہر صاحب نظر پر واضح ہے۔

(۴)......عشق و محبت کے وہ مضامین جو دنیا کی ہر قوم میں ہمیشہ شعر و ادب کا موضوع رہے ہیں، اور ایک خاص عمر اور خاص ماحول میں جن کا پڑھنا، سننا سیدنا فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانہ میں بھی ممنوع نہیں قرار پایا، ان کو ہمارے ذرائع ابلاغ نے اس سطح پر لا کر اور اس طریقہ سے گھر گھر پہنچایا ہے کہ ماں اور بیٹے، باپ اور بیٹی، اور بہن و بھائی کے رشتوں میں وہ شرم و حیاء رفتہ رفتہ قصہ پارینہ بنتی جا رہی ہے، کہ انسانی تمدن کا سارا حسن ہی جس کے وجود سے قائم تھا۔

(۵)......ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ اپنے پروگرام پیش کرتے وقت ان لازمی اوقات کی بھی پرواہ نہیں کرتے جن میں اس پروردگار کے حضور رکوع و سجود (یعنی نماز) کے علاوہ کوئی کام کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں رہتا۔

آرٹیکل 10

غامدی منشور کا نظم عدالت و شہادت

(۱)......نہ قابو آنے والے.....شر و فساد برپا کرنے والے.....نظم و نسق پامال کرنے والے.....زنا

بالجبر کا ارتکاب کرنے والے..... بدکاری کو پیشہ بنا لینے والے..... کھلی اوباشی پر اتر آنے والے..... آوارہ منشی، بدمعاشی، اور جنسی بے راہ روی اختیار کر لینے والے..... شریفوں کی عزت و ناموس پامال کرنا جن کی فطرت بن جائے..... دولت و اقتدار کے نشہ میں جو غرباء کی بہو بیٹیوں کو سر عام رسوا کریں..... قتل و غارت، ڈکیتی، راہزنی، تخریب کاری، اغوا، اور اس طرح کے سنگین جرائم سے حکومت کے لیے لاء، اینڈ، آڈر کا مسئلہ پیدا کر دینے والے تمام مجرموں کی سرکوبی کے لیے تقتیل (یعنی مجرم کو عبرت ناک طریقہ سے قتل کر دینا، رجم یعنی سنگ ساری بھی جس کی ایک صورت ہے) صلیب، نفی (علاقہ بدری) اور مجرم کے ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ دیئے جانے کا حکم نافذ العمل قرار دیا جائے گا۔ جو مائدہ کی آیات ۲۳، ۲۴/ میں بیان ہوا ہے۔

(۲)......زنا، قذف، چوری اور قتل و جراحت کے عام مجرموں کے لیے تازیانہ، قطع ید، اور قصاص کا قانون پوری قوت کے ساتھ نافذ کیا جائے گا۔

(۳)......ان جرائم کے علاوہ کسی جرم میں اگر مجرم کو کوڑے مارے جائیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی رو سے وہ دس سے زیادہ نہیں ہوں گے۔

(۴)......دیت بلاشبہ قرآن کی رو سے ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے واجب الاطاعت قانون ہے، لیکن اس کی مقدار حکم قرآنی کے مطابق معاشرہ کے معروف دستور کے مطابق مقرر ہونی چاہئے۔

(۵)......اسلام نے عورت و مرد، آزاد و غلام اور کافر و مومن کی دیت میں کوئی فرق نہیں رکھا۔

(٦)......ارتداد کی جو سزا بالعموم بیان کی جاتی ہے وہ قرآن کی روشنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم بنی اسماعیل کے لیے خاص ہے، اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے، اب اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لے (جملہ ذہن نشین رکھئے، بشیر) اور ساتھ کسی فساد کا مرتکب نہ ہو، تو اسے محض مرتد ہونے کی بنا پر کوئی سزا نہیں دی جا سکتی۔

(۷)......شہادت کے معاملہ میں قاضی کی صوابدید پر مبنی ہے کہ وہ کس کی گواہی قبول کرتا ہے اور کس کی گواہی قبول نہیں کرتا، اس میں مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

(۸)......زنا کے جرم میں ضروری نہیں کہ ہر حال میں چار ہی گواہ طلب لیے جائیں، اور وہ شہادت دیں کہ انہوں نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالت مباشرت میں دیکھا ہے، قرآن و حدیث کی رو سے یہ شرط صرف اس صورت میں ضروری ہے کہ مقدمہ الزام ہی کی بنیاد پر قائم ہوا ہو، اور الزام ان پاک دامن شرفاء پر لگایا جائے جن کی حیثیت عرفی ہر لحاظ سے مسلم ہو، اور جن کے بارہ میں کوئی شخص اس جرم کے ارتکاب کا تصور بھی نہ کر سکتا ہو۔

(۹)...... یہ حقیقت بھی مانی جائے کہ اسلامی قانون میں صرف گواہوں کی شہادت، یا مجرم کے اقرار

سے ہی جرم ثابت نہیں ہوتا، بلکہ حالات وقرائن بھی (طبی معائنہ وغیرہ) شہادت سے کم یقینی نہیں ہوتے۔

(۱۰)......جن جرائم کی سزا خود قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے، اس کے علاوہ دیگر تمام جرائم میں بھی سزائے موت، جسمانی تادیب، مالی تاوان، جلاوطنی، اور مجرم کو گھر میں نظر بندی ہی کی صورت میں دی جائے گی، اور قید کی سزا جیسی بدترین چیز کو ملک کے ضابطہ حدود وتعزیرات سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا۔

آرٹیکل 11

غامدی منشور کا......نظام تعلیم وتعلم

(۱)......ہمارے اس عصری (سکولز، کالجز، یونیورسٹیز) نظام تعلیم کی بنیاد برصغیر کے برطانوی حکمرانوں نے رکھی تھی، جسے چالیس (۴۰) سال (اب ۲۰۱۶ء میں اسے تقریباً ستر سال ہو چکے ہیں، بشیؔر) کے بعد بھی نہ تبدیل کیا جا سکا، نہ اس کی اصلاح ہو سکی۔

(۲)......اس نظام تعلیم کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک لادینی نظام ہے، جس کی بنا اس اُصول پر رکھی گئی ہے کہ انسان کی تاریخ انسان سے شروع ہوتی ہے، اور انسان ہی پر ختم ہو جاتی ہے، ذات خداوندی کے لیے اس میں نہ ابتداء کے اندر کوئی جگہ تھی، اور نہ انتہاء میں کوئی مقام ہے، یعنی اس تعلیم کا فلسفہ انکار خدا پر رکھا گیا ہے۔

(۳)......اس نظام کی لادینی فطرت نے صرف ذہنی ارتداد ہی ہماری قوم کو نہیں دیا بلکہ اسے اس سیرت وکردار سے بھی محروم کر دیا ہے جس کے بغیر کوئی قوم دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی۔

(۴)......پورے ملک میں تعلیم کا ایک ہی نظام رائج کیا جائے گا، تعلیمی نظام میں مذہبی وغیر مذہبی اور اردو یا انگریزی، ذریعہ تعلیم کی ہر تفریق بالکل ختم کر دی جائے گی۔

(۵)......یہ تعلیم تین مراحل میں مکمل ہونی چاہئے..... ابتدائی ۸/سال کی..... ثانوی ۴/سال کی.....اور اعلیٰ ۵/سال کی۔

(۶)......اساتذہ صرف فنی مہارت ہی نہ رکھتے ہوں بلکہ فرائض وواجبات کے پابند اور اخلاقی ہدایات کی پیروی کرنے والے بھی ہوں۔

(۷)......طالب علموں کو ہمہ وقت مشغول رکھنے کے مواقع فراہم کرنے کے بجائے انہیں جہاد وقتال کے لیے ضروری تربیت دی جائے گی۔

آرٹیکل 12

غامدی منشور کا......نظم مدارس دینیہ

(۱)......موجودہ مدارس دینیہ کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ تقلیدی اُصول پر قائم ہوئے ہیں۔

(۲)...... ہر جماعت مصر ہے کہ اس کا مذہب ہی ہر اعتبار سے اوفق بالقرآن والسنۃ ہے (غامدی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کا بھی تو یہی دعویٰ ہے، بشیرؔ) اور اس پر اب کسی نظر ثانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ (غامدی صاحب بھی تو فہم قرآن کے لیے نظم کلام اور اَدبِ جاہلی کے تصور پر نظر ثانی کے لیے تیار نہیں، بشیرؔ) کوئی شخص ان مدارس میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ ان کے اکابر کی کوئی رائے اور تحقیق بھی کسی مسئلہ کے بارہ میں غلط ہوسکتی ہے (یہ غامدی صاحب کا واضح جھوٹ اور صریح کذب بیانی ہے، کیونکہ اکابر و اسلاف کی بے شمار شخصی آراء وتحقیقات کو ترک کیا گیا ہے، البتہ ان کے اجماع اور جمہور کے موقف کو غلط نہیں تسلیم کیا گیا، اس کے برعکس غامدی صاحب کی انانیت اور خود پسندی کا عالم یہ ہے کہ پوری امت کے چودہ سوسالہ اجماع وتواتر کے مقابل پوری ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ کھڑے ہیں، گویا پوری امت غلط ہے اور غامدی صاحب صحیح ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک، بشیرؔ)

(۳)......دوسری خرابی ان مدارس دینیہ میں یہ ہے کہ یہ اپنے نظام ونصاب کے اندر جو اہمیت دیگر علوم وفنون کو دیتے ہیں، وہ قرآن پاک کو نہیں دیتے۔ (لعنة الله على الكاذبين، بشیرؔ)

(۴)......تیسری خرابی ان مدارس دینیہ میں یہ ہے کہ ان کا نصاب نہایت فرسودہ اور ہماری علمی و دینی ضرورتوں کے لیے بالکل بے حاصل ہے، دو صدیاں اس نصاب پر گزر گئیں، لیکن یہ دنیوی علوم میں کسی ترقی کو بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں (کیا غامدی صاحب ایسے کسی دنیوی علم کی نشاندہی کرنے کی جسارت کریں گے جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو اور مدارس دینیہ کا نصاب اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہو؟ بشیرؔ)

(۵)......اس وقت جو دینی مدارس موجود ہیں ان میں اصلاحات اور اعلیٰ دینی تعلیم کے جامعات کے قیام کی ضرورت ہے۔ (کیا غامدی صاحب اعلیٰ دینی تعلیم کی وضاحت کرنا پسند کریں گے؟ بشیرؔ)

(۶)......ان جامعات میں تدریسی ذمہ داری صرف ان اہل علم کو سونپی جائے جو تمام معاملات میں اصل مرجع ومأخذ صرف قرآن وسنت کو مانتے ہوں اور انہی کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔

(۷)......ان اساتذہ کو قرآن وسنت ہی کے حدود کے اندر ہر قسم کے اظہار رائے کی پوری آزادی ہونی چاہیئے۔

(۸)......ان جامعات میں صرف وہی طلباء داخل کئے جائیں جو کم از کم ایف.اے یا ایف.ایس.سی تک تعلیم عام درسگاہوں کے اندر مکمل کر چکے ہوں۔

(۹)......طلبہ کی تربیت وتزکیہ کے لیے ان کو پابند کیا جائے کہ وہ روزانہ کچھ وقت صالح علماء کی صحبت میں گزاریں اور اس کے ساتھ دین کی نصرت کا جذبہ بھی ان کے اندر پیدا کیا جائے، اور انہیں بتایا

جائے کہ دین حق کے غلبہ کے لیے دعوت وانذار بہر حال ان کی دینی ذمہ داری ہے۔

(۱۰)......اسلامیات کی اعلیٰ تعلیم کا موجودہ طریقہ بالکل ختم کر دیا جائے، اوران جامعات سے فراغت کی سند کا وہی درجہ مانا جائے جو مثال کے طور پر طب جدید (یعنی میڈیکل) میں ایم. بی. ایس کی سند کو حاصل ہے (یعنی مدارس دینیہ کی سند کو جو ایم.اے اسلامیات کا درجہ حاصل ہے، جس کی بنیاد پہ سکول اور کالج کی ٹیچنگ کی جا سکتی ہے، یا گریجویٹ ہونے کی انتخابی شرط پر پارلیمنٹ کی رکنیت حاصل کی جا سکتی ہے وہ نہ کی جا سکے، اوراس سند کا دائرہ مسجد و مدرسہ تک ہی سمٹ جائے، بشیر)

آرٹیکل 13

غامدی منشور کا......نظم مذہبی جماعت سازی

(۱)......دینی جماعتوں کا خیر وشر بھی واقعہ یہ ہے کہ اس معاشرہ میں کچھ کم مؤثر نہیں ہے، ان کے مقصدِ وجود کے لحاظ سے ان جماعتوں کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں......

(اول)......وہ مکاتب فکر جنہوں نے تبلیغ اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے جماعتوں کی شکل اختیار کر لی ہے، یہ دینی اور دنیوی اُمور میں ہر شخص کو غور وتدبر کا حق دیتی ہیں، ہمارے نزدیک یہ اُصول بالکل صحیح ہے، اس طرح یہ اپنے حلقہ اثر میں وسعت پیدا کرنے کی جدوجہد پوری آزادی کے ساتھ کر سکتے ہیں، البتہ ان کو فتویٰ بازی، لوگوں کے جذبات برانگیختہ کرنے، اپنے افراد کو دوسروں کی مجالس میں جانے سے روکنے، اور دوسروں کے نقطہ نظر کی تبلیغ واشاعت میں موانع پیدا کرنے سے گریز کرنا چاہئے..........

(دوم)......وہ جماعتیں جو دینی دعوت لوگوں تک پہنچانے اوران کے اخلاق وعقیدہ کی اصلاح کے لیے قائم کی گئی ہیں، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بنیادی فریضہ ادا کرنے میں فی الواقع حکومت کے اعوان وانصار ہیں، بس ان کو اپنی دعوت کی بنیاد صرف قرآن وسنت پر رکھنی چاہئے، اور روایات وقصص ترک کرنے چاہئیں، ورنہ لوگ ہدایت وضلالت میں امتیاز کی صلاحیت سے محروم ہو جائیں گے..........

(سوم)......وہ جماعتیں جو اسلامی حکومت قائم کرنے یا نظام کو اسلام کے تابع کرنے کے لیے وجود میں آئی ہیں، یہ اسی وقت تک برقرار رہ سکتی ہیں جب تک ریاست میں قرآن وسنت کے مطابق نظام قائم ورائج نہیں ہو جاتا، پھر یا تو یہ ختم ہو جائیں گی، یا ریاست وحکومت کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے اپنا وجود باقی رکھ پائیں گی۔

(۲)......ملک کے دستور کے مطابق تبدیلی قیادت کے لیے یہ جماعتیں بھی سیاسی جماعتوں کی حیثیت سے مصروف جدوجہد ہیں۔

آرٹیکل 14

غامدی منشور کا......نظم عنادِ تصوف

(۱)......تصوف وطریقت کے خانقاہی نظام کی بنیاد جس دین پر رکھی گئی ہے وہ اس دین کے متوازی ہے جس کی دعوت قرآن مجید بنی آدم کو دیتا ہے۔

(۲)......یہ عقیدہ وحدت الوجود کے ذریعہ خالق ومخلوق کے درمیان فرق ختم کردیتے ہیں۔

(۳)......یہ نبوت ختم ہونے کے بعد بھی وحی والہام، مشاہدہ غیب، عصمت وحفاظت اور نزول ملائکہ کے قائل ہیں۔

(۴)......ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے بزرگان تصوف بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آسمان پر گئے۔

ضروری وضاحت:

غامدی مذہب کا ریاستی منشور آپ ملاحظہ فرما چکے، اس میں ساری باتیں قابل گرفت اور غلط بھی نہیں ہیں، اور ساری باتیں قابل قبول اور صحیح بھی نہیں ہیں۔ جو باتیں ان میں قابل تنقید یا باطل ومردود ہیں، ان شاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں اپنے اپنے مقام پر حسب ضرورت تفصیلی یا اجمالی طور پر زیر بحث آئیں گی، ہم نے غامدی صاحب سے متعلق اسی منشور کو سارے مضمون کی بنیاد بنایا ہے، ان تقریباً ۲۵/سالوں میں (۲۰۱۴ء تک) ان کے اندر کیا کیا تضاد رونما ہوئے ہیں؟ کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں؟ کہاں کہاں ان کے فکر واُصول بدلے ہیں؟ اور کس کس مقام پر انہوں نے فکری ونظریاتی استقامت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے؟ ہم نے اپنے ناقص علم وفہم کے مطابق اس پر مدلل روشنی ڈال دی ہے، اور فیصلہ عوام پر چھوڑ دیا ہے **واللہ المستعان علیٰ ماتصفون.**



وفیات

......شیخ الحدیث مولانا محمد ارشاد رحمہ اللہ [چیچہ وطنی]

......شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہم کی اہلیہ اور بھائی رحمہما اللہ یکے بعد دیگرے

......مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی [چکوال] کی خالہ محترمہ رحمہا اللہ

......فیاض شاہ صاحب ہزاروی کی والدہ محترمہ رحمہا اللہ [کراچی]

......مولانا مجیب الرحمٰن مدظلہم [ڈیرہ اسماعیل خان] کی خالہ ساس رحمہا اللہ

......جامعہ مظہریہ حسینیہ [جنہان، سندھ] کے طالب علم محمد سعید کے دادا رحمہ اللہ

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

حدیث کلابِ حوأب کی فنی حیثیت

سوال: حدیث کلاب حوأب کی فنی حیثیت کیا ہے؟ اس کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟
(سائل: حمزہ احسانی، مجلّہ صفدر)

الجواب: حدیث کلاب حوأب دو طرح بیان کی جاتی ہے:

اول:...... یہ کہ جب حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف عازم سفر پر روانہ ہوئیں تو راستہ میں حوأب کے کتے بھونکنے کے بعد سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے پچاس آدمیوں کو پیش کیا جنہوں نے گواہی دی کہ اس مقام کا نام حوأب نہیں ہے۔
[ملخصاً: تاریخ الطبری: ۴۶۹/۴ وغیرہ]

اس روایت کے دیگر بعض طرق میں انتہائی نازیبا کلمات بھی پائے جاتے ہیں، سو یہ روایت متعدد علل قادحہ کی وجہ سے بلحاظ سند و متن موضوع و جعلی ہے اس کے راوی ضعیف، مجہول الحال، رافضی وغیرہ ہیں۔

دوم:...... أبو أسامة قال حدثنا إسماعيل عن قيس قال: لما بلغت عائشة بعض مياه بني عامر ليلا نبحت الكلاب عليها، فقالت: أيّ ماء هذا؟ قالوا: ماء الحوأب! فوقفت، فقالت: ما أظنني إلا راجعة، فقال لها طلحة والزبير: مهلا! رحمك الله، بل تقدمين، فيراك المسلمون، فيصلح الله ذات بينهم، قالت: ماأظنني إلا راجعة، إني سمعت رسول الله ﷺ قال لنا ذات يوم: كيف بإحداكن تنبح عليها كلاب الحوأب۔ [مصنف ابن ابی شیبة: ۳۷۷۷۱]

قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنو عامر کے کسی پانی کے پاس سے رات کو گذریں تو اُن پر کتے بھونکنے لگے، آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یہ کونسا پانی ہے؟ حاضرین نے بتایا کہ: حوأب کا پانی ہے، اِس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ٹھہر گئیں اور فرمانے لگیں: میں خیال کرتی ہوں کہ لوٹ جاؤں، تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے آپؓ سے عرض کیا: (واپس نہ جائیں، یہیں) ٹھہریں! اللہ آپ پر رحم کرے، (صرف ٹھہریں ہی) نہیں! بلکہ آگے چلیں، آپ کو مسلمان دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن میں صلح کی صورت پیدا کر دے گا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ لوٹ جاؤں، بلا شبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ایک دن ہمیں فرمایا: کیسے حال ہو گا تم بیویوں میں سے ایک کے ساتھ کہ اُس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔!

یہ روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ :۱۷۷۷۳،مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۵۴، ۲۴۶۵۴، مسند اسحاق بن راہویہ:۱۵۶۹، مسند ابی یعلی الموصلی :۴۸۶۸، صحیح ابن حبان:۶۷۳۲، المستدرك علی الصحیحین: ۴۶۱۳، دلائل النبوۃ للبیہقی:۴۸۰/۱، المعجم الاوسط للطبرانی:۶۲۷۶۔

سو یہ روایت بلحاظ سند ومتن بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے، اس سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱......ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا محض صحیح نظم قائم کرنے کی خاطر اور اصلاح بین المسلمین کے پیش نظر سفر پر آمادہ ہوئی تھیں، صلح جوئی کے علاوہ اس سفر میں آپ کا کوئی ارادہ (جنگ وغیرہ) نہ تھا۔ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اِس سفر کے لیے آمادہ کرنے والے حضرات بھی جنگ کا اِرادہ نہ رکھتے تھے۔

۲......اس روایت میں جناب نبی ﷺ سے ماءِ بنی عامر پر گزرنے کی ممانعت وارد نہیں اور نہ ہی اس کی طرف کوئی اشارہ پایا جاتا ہے، بلکہ اس روایت سے یہی کچھ مستفاد ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے ازواج مطہرات کو بطور پیش گوئی ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایک کو یہ مصیبت پیش آئے گی۔ اور فی الواقع یہ حادثہ جمل ایک عظیم مصیبت تھا، جو حرم نبوی ﷺ کے حق میں موجب خفت ثابت ہوا، اور جو مقصودِ سفر تھا یعنی اہل اسلام میں اصلاح ذات البین وہ حاصل نہ ہوسکا، بلکہ مسلمانوں کے درمیان لوگوں نے جنگ چھیڑ دی۔

(تفصیل کے لیے تحفہ اثنا عشریہ (ص ۳۳۲ تحت مطاعن ام المؤمنین صدیقہؓ) ملاحظہ فرمائیں)۔

۳......اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سمیت کسی صحابی نے بھی حوأب کے حواب ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ سیدنا زبیر وطلحہ رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ ام المؤمنین آپ کے جانے میں خیر ہے، مسلمان آپ کو دیکھیں گے تو آپ کی وجہ سے اختلاف وانتشار ختم ہوکر صلح واتفاق کی صورت پیدا ہونے کی قوی امید ہے۔ گویا سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کا ام المؤمنین کو واپس نہ ہونے پر اصرار کرنا اس لیے نہیں تھا کہ یہ حوأب نہیں ہے بلکہ اُن کا اصرار محض دینی مصلحت (یعنی مسلمانوں کے درمیان صلح جوئی) کے لیے تھا۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)......امام ابواسامہ حماد بن اسامہ رحمہ اللہ (م:۲۰۱ھ)

امام ابواسامہ حماد بن اسامہ بن زید القرشی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ترمذی وغیرہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں، آپ کی توثیق وتعدیل کے حوالے درج ذیل ہیں۔

۱......امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی الکوفی رحمہ اللہ (م:۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

ابواسامہ ثقہ ہیں۔ [تاریخ الثقات: ۳۲۸]

۲......امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م:۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

روایت حدیث میں پختہ تھے۔ [الجرح والتعدیل للرازی: ۶۰۰]

۳......امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (م:۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

امام ابو عاصم رحمہ اللہ (جو کہ ایک جلیل القدر محدث ہیں) کی طرح کے سو افراد سے بھی ابواسامہ رحمہ اللہ روایت حدیث میں زیادہ مضبوط ہیں اور ابواسامہ رحمہ اللہ صحیح الکتاب، ضابطِ حدیث اور راست باز تھے۔ [الجرح والتعدیل للرازی: ۶۰۰]

۴......امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (م:۲۳۳ھ) نے فرمایا کہ:

حماد بن اسامہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔ [الجرح والتعدیل للرازی: ۶۰۰]

۵......حافظ ابن حبان رحمہ اللہ (م:۳۵۴ھ) نے فرمایا کہ:

ابواسامہ رحمہ اللہ روایت حدیث میں مضبوط رواۃ میں سے ہیں۔ [مشاہیر علماء الامصار: ۱۳۷۹]

۶......حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م:۷۴۸ھ) سیر میں لکھتے ہیں کہ:

ابواسامہ رحمہ اللہ مضبوط حافظ حدیث ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء: ۱۳۸۹]

اور تذکرۃ میں لکھتے ہیں کہ:

ان کی دیانت داری اور حفظ وضبط کے پیش نظر تمام امت نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔ [تذکرۃ الحفاظ: ۳۰۱]

۷......امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ (م:۳۸۵ھ) ثقہ حافظ کہتے ہیں۔ [العلل بحوالہ موسوعۃ اقوال ابی الحسن الدارقطنی فی رجال الحدیث: ۱۰۸۶]

۸......علامہ شمس الدین ابوالمعالی محمد بن عبدالرحمٰن بن غزی رحمہ اللہ (م:۱۱۶۷ھ) کہتے ہیں:

ثقہ، حافظِ حدیث ہیں۔ [دیوان الاسلام: ۶۸/۱]

۹......امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ (م:۸۰۷ھ) ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اسے امام بزار رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ابواسامہ رحمہ اللہ وغیرہ ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد: ۷۲۹]

۱۰......حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ:

ابواسامہ رحمہ اللہ مضبوط ثقہ راوی ہیں۔ [تقریب: ۱۴۸۷]

واضح رہے کہ ابو اسامہ رحمہ اللہ مذکورہ روایت اسماعیل سے نقل کرنے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان کی طرح متعدد دیگر ثقہ رواۃ جیسے امام شعبہ رحمہ اللہ، امام وکیع رحمہ اللہ، امام محمد بن فضیل رحمہ اللہ اور یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اسے اسماعیل سے نقل کیا ہے۔

(۲)......امام اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ (م:۱۴۶ھ)

دوسرے راوی امام ابو عبد اللہ اسماعیل بن ابی خالد البجلی الاحمسی الکوفیؒ کتب صحاح ستہ کے راوی ہونے کے علاوہ جلیل القدر تابعی ہیں، آپ کے متعلق ائمہ حدیث کے توثیقی اقوال درج ذیل ہیں:

۱......امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (م:۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

اسماعیل رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔ [تاریخ ابن معین:۰۷، الجرح والتعدیل:۵۸۹]

۲......امام ابو الحسن نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ (م:۸۰۷ھ) ایک حدیث کی تحقیق کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

اس کے راوی اسماعیل وغیرہ ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد:۱۲۴۸۰]

۳......امام ابو الحسن العجلی رحمہ اللہ (م:۲۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

اسماعیل رحمہ اللہ روایت حدیث میں مضبوط ثقہ راوی اور ایک نیک شخص تھے۔ [تاریخ الثقات:۸۴]

۴......امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (م:۲۷۷ھ) ثقہ کہتے ہیں۔ [الجرح والتعدیل:۵۸۹]

۵......حافظ ابن حبان رحمہ اللہ (م:۳۵۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

اسماعیل رحمہ اللہ صالح شیخ تھے۔ [الثقات:۱۶۵۳]

۶......حافظ ابن شاہین رحمہ اللہ (م:۳۸۵ھ) بھی ثقہ کہتے ہیں۔ [تاریخ اسماء الثقات:۱]

۷......امام ابو زکریا محیی الدین نووی رحمہ اللہ (م:۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

آپ کی توثیق اور جلالت شان پر محدثین کا اتفاق ہے۔ [تہذیب الاسماء واللغات:۵۶]

۸......امام ابو عبد الرحمٰن نسائی رحمہ اللہ (م:۳۰۳ھ) بھی ثقہ کہتے ہیں۔ [تہذیب الکمال:۴۳۹]

۹......حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م:۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

آپ متقن حجہ اور کثیر الحدیث راوی تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ:۱۴۸]

۱۰......حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ: آپ ثقہ ثبت ہیں۔ [تقریب:۴۳۸]

۱۱......امام ابو العباس شہاب الدین احمد بن ابی بکر البوصیری رحمہ اللہ (م:۸۴۰ھ) ایک حدیث کی تحقیق کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

اس کے راوی اسماعیل رحمہ اللہ وغیرہ ثقہ ہیں۔ [مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجہ:۱۳۹۰]

۱۲......حافظ مزی رحمہ اللہ (م:۷۴۲ھ) لکھتے ہیں کہ: آپ ثقہ ثبت تھے۔ [تہذیب الکمال:۴۸۹۶]

نوٹ: درج ذیل ائمہ حدیث نے آپ کی بیان کردہ روایات کو صحیح وغیرہ قرار دیا ہے اور جب کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ [دیکھئے نصب الرایہ للزیلعی: ۱/۱۴۹، ۳/۲۶۴]

چونکہ درج ذیل محدثین نے آپ رحمہ اللہ سے مروی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے لہٰذا آپ ان محدثین کے نزدیک بھی ثقہ وصدوق ہیں۔

۱۳......امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ (م: ۲۷۹ھ) **قال هذا حديث حسن صحيح .** [ترمذی: ۱۹۲۵، ۲۳۲۳]

۱۴......امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ (م: ۴۰۵ھ): **قال هذا حديث صحيح على شر ط الشيخين.**

[المستدرك على الصحيحين: ۳۷۳۳]

۱۵......محدث علی بن عمر رحمہ اللہ: **قال هذا اسناد حسن .** [السنن الكبرى للبيهقى: ۱۲۳۷۱]

۱۶......امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ (م: ۵۱۶ھ): **قال هذا حديث متفق على صحته.**

[شرح السنۃ: ۱۳۸]

۱۷......امام ضیاء الدین مقدسیؒ (م: ۶۴۳ھ): **قال اسناده صحيح.** [الاحادیث المختارۃ: ۴۵، ۴۶]

۱۸......حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ (م: ۷۷۴ھ):

قال فى مسند الفاروق اسناده صحيح وفى البداية وهذا على شرط الشيخين.

[مسند الفاروق: ۲/۵۰۰، البدایۃ والنہایۃ: ۵/۹۱]

۱۹......امام ابوالقاسم حسین بن محمد بن ابراہیم دمشقی حنائی رحمہ اللہ (م: ۴۵۹ھ):

قال هذا حديث صحيح. [فوائد ابی القاسم الحنائی: ۴۰]

۲۰......امام حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ (م: ۶۲۸ھ):

قال اسناده صحيح. [بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام: ۲۵۹۲]

۲۱......امام ابن الترکمانی حنفی رحمہ اللہ (م: ۷۵۰ھ): **قال صحيح.** [ملخصاً: الجوہر النقی: ۴/۱۱۳]

۲۲......حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ (م: ۴۵۶ھ): **قال صحيح.** [المحلى بالاثار: ۱۰/۱۷۲]

۲۳......امام ابویعلی خلیلی رحمہ اللہ (م: ۴۴۶ھ): **قال وهذا اصح .** [الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ۱۳۱]

۲۴......امام ابوعلی حسن بن علی الطّوسیؒ (م: ۳۱۲ھ): **قال هذا حديث حسن.** [مختصر الاحکام للطوسی: ۵۹۳]

۲۵......حافظ ابواحمد ابن عدی رحمہ اللہ (م: ۳۶۵ھ):

صحح سنن النسائى . [زہر الربی حاشیہ سنن النسائی: ۱/۳، قواعد فی علوم الحدیث: ص ۷۲]

۲۶......امام عبدالغنی بن سعید رحمہ اللہ (م: ۴۰۹ھ): [ایضاً]

۲۷......امام ابوعلی ابن السکن رحمہ اللہ (م:۳۵۳ھ): [ایضاً]

۲۸......امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ (م:۴۶۳ھ): [ایضاً]

۲۹،۳۰......امام بخاری رحمہ اللہ (م:۲۵۶ھ) اور امام مسلم رحمہ اللہ (م:۲۶۱ھ) نے اپنی اپنی صحیح میں امام اسماعیل رحمہ اللہ سے متعدد احادیث لی ہیں۔

دیکھئے: صحیح البخاری: ۵۵۴، ۱۰۴۱، ۲۱۵۷، ۲۵۳۰، ۲۵۳۱، ۳۰۳۵، ۳۴۹۸، ۳۷۲۸۔

صحیح مسلم: ۸۱۴، ۸۱۶، ۹۱۱، ۱۴۰۴، ۱۹۲۱، ۲۴۷۵، ۲۹۳۹، ۲۹۶۶۔

اور امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں اپنے نزدیک ثقہ وصدوق راوی کی احادیث ہی لی ہیں، لہٰذا امام اسماعیل رحمہ اللہ ان دونوں ائمہ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔

۳......امام قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ (م:۹۸ھ)

تیسرے راوی امام قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے راوی ہونے کے علاوہ جلیل القدر اکابر تابعین عظام میں سے ہیں۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لیے تشریف لا رہے تھے، مگر ابھی راستہ میں ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو پھر آپ رحمہ اللہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (تاریخ بغداد: برقم ۶۹۳۶) نیز امام موصوف نے عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، سیدنا صدیق کبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید رضی اللہ عنہ، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہم جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور ان کے شاگرد ہیں۔ (ایضاً) اور آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی تابعی نے بھی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل نہیں کی ہیں۔ [تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ۶۲/۲ برقم ۵۱۲] آپ کی توثیق وتعدیل کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

۱......امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ (م:۸۰۷ھ) ایک حدیث کی تحقیق کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

اس کے راوی قیس رحمہ اللہ وغیرہ ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد: ۹۲۹۰]

۲......امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ (م:۲۶۱ھ) کہتے ہیں کہ: آپ ثقہ ہیں۔ [تاریخ الثقات: ۱۳۹۳]

۳......امام ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ (م:۲۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

قیس رحمہ اللہ تابعین میں سب سے عمدہ سند والے تھے۔ [سؤالات أبي عبيد: ۴۵]

۴......امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (م:۲۳۳ھ) کہتے ہیں کہ:

آپ ثقہ ہیں۔[الجرح والتعدیل:۵۷۹]

۵......امام ابوالعباس شہاب الدین البوصیریؒ (م:۸۴۰ھ) ایک حدیث کی تحقیق کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

اس کے راوی قیس وغیرہ ثقہ ہیں۔[مصباح الزجاجہ:۲۵۷]

۶......حافظ ابن حبان رحمہ اللہ (م:۳۵۴ھ) نے آپ کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے۔[الثقات:۴۹۷۸]

۷......حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م:۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

قیس رحمہ اللہ ثقہ امام ہیں، قریب تھا کہ صحابی بن جاتے ان کی حدیث تمام دفاتر اسلام میں ہے اور یحییٰ بن سعید کا قیسؒ کو منکر الحدیث کہنا مردود ہے۔[الرواۃ الثقات المتکلم فیھم بمالا یوجب ردھم:۶۷]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ: محدثین نے ان کی روایات کو حجت بنانے پر اجماع کیا ہے، اور جس نے قیس پر کلام کیا ہے اس نے اپنے آپ کو (خواہ مخواہ) تکلیف میں ڈالا ہے۔

[میزان الاعتدال:۳/۳۹۳، تہذیب:۶/۲۸]

حافظ موصوف مزید لکھتے ہیں کہ

آپ کی حدیث تمام دفاتر اسلام میں حجت بنائی گئی ہے۔[تذکرۃ الحفاظ:۴۹]

۸......حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ: قیس رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔[تقریب:۵۵۶۶]

۹......امام ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی رحمہ اللہ (م:۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

محدثین نے ان کی روایات کو حجت بنانے پر اجماع کیا ہے، اور جس نے قیس پر کلام کیا ہے اس نے اپنے آپ کو (خواہ مخواہ) تکلیف میں ڈالا ہے۔[مغانی الاخیار:۲۱۵۰]

۱۰......علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (م:۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

قیس رحمہ اللہ کبیر تابعی اور ثقہ مخضرمی ہیں۔[فیض القدیر:۹۸۶۴]

درج ذیل ائمہ حدیث نے آپ کی بیان کردہ روایات کو صحیح وغیرہ قرار دیا ہے اور ماقبل میں عرض کیا جاچکا ہے کہ جب کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔[دیکھئے نصب الرایہ للزیلعی:۱/۱۴۹، ۳/۲۶۴]

چونکہ درج ذیل محدثین نے آپ رحمہ اللہ سے مروی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، لہٰذا آپ ان محدثین کے نزدیک بھی ثقہ وصدوق ہیں۔

۱۱......امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ (م:۲۷۹ھ):

قال: ھذا حدیث حسن صحیح .[سنن الترمذی:۱۹۲۵، ۲۳۲۳]

۱۲......امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ (م:۴۰۵ھ) قال:

هذا حديث صحيح على شر ط الشيخين. [المستدرك على الصحيحين:۳۷۳۳]

۱۳......محدث علی بن عمر رحمہ اللہ: **قال هذا اسناد حسن .** [السنن الكبرى للبيهقي:۱۲۳۷۱]

۱۴......امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ (م:۵۱۶ھ):

قال: هذا حديث متفق على صحته. [شرح السنۃ:۱۳۸]

۱۵......امام ضیاء الدین مقدسی رحمہ اللہ (م:۶۴۳ھ):

قال: اسناده صحيح. [الاحادیث المختارۃ:۴۵، ۴۶]

۱۶......حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ):

قال في مسند الفاروق: اسناده صحيح وفي البداية وهذا على شرط الشيخين. [مسند الفاروق:۲/۵۰۰، البداية و النهاية:۵/۹۱]

۱۷......امام ابوالقاسم حسین بن محمد بن ابراہیم دمشقی حنائی رحمہ اللہ (م:۴۵۹ھ):

قال: هذا حديث صحيح. [فوائد ابی القاسم الحنائی:۴۰]

۱۸......امام حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ (م:۶۲۸ھ):

قال: اسناده صحيح. [بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام:۲۵۹۲]

۱۹......امام ابن الترکمانی حنفی رحمہ اللہ (م:۷۵۰ھ): **قال: صحيح.** [ملخصاً: الجوهر النقى:۴/۱۱۳]

۲۰......حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ (م:۴۵۶ھ): **قال: صحيح.** [المحلى بالاثار :۱۰/۱۷۲]

۲۱......امام ابویعلی خلیلی رحمہ اللہ (م:۴۴۶ھ): **قال: وهذا أصح.** [الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث:۱۳۱]

۲۲......امام ابوعلی حسن بن علی الطّوسی رحمہ اللہ (م:۳۱۲ھ):

قال: هذا حديث حسن. [مختصر الاحكام للطوسى:۵۹۳]

۲۳......حافظ ابواحمد ابن عدی رحمہ اللہ (م:۳۶۵ھ):

صحح سنن النسائی. [زہر الربی حاشیہ سنن النسائی:۱/۳، قواعد فی علوم الحدیث: ص ۷۲]

۲۴......امام عبدالغنی بن سعید رحمہ اللہ (م:۴۰۹ھ): [ایضاً]

۲۵......امام ابوعلی ابن السکن رحمہ اللہ (م:۳۵۳ھ): [ایضاً]

۲۶......امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ (م:۴۶۳ھ): [ایضاً]

۲۷......امام ابویعلی الخلیلی رحمہ اللہ (م:۴۴۶ھ): [ایضاً]

۲۸......امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ (م:۳۰۳ھ): **صحح سننه.** [ایضاً]

۲۹، ۳۰......امام بخاری رحمہ اللہ (م:۲۵۶ھ) اور امام مسلم رحمہ اللہ (م:۲۶۱ھ) نے اپنی اپنی صحیح میں امام

قیس رحمہ اللہ سے متعدد احادیث لی ہیں۔

دیکھئے: صحیح البخاری: ۵۵۴، ۱۰۴۱، ۲۱۵۷، ۲۵۳۰، ۲۵۳۱، ۳۰۳۵، ۳۴۹۸، ۳۷۲۸۔

صحیح مسلم: ۸۱۴، ۸۱۶، ۹۱۱، ۱۴۰۴، ۱۹۲۱، ۲۴۷۵، ۲۹۳۹، ۲۹۶۶۔

اور امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں اپنے نزدیک ثقہ وصدوق راوی کی احادیث ہی لی ہیں، لہٰذا امام قیس رحمہ اللہ ان دونوں ائمہ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔

خلاصۃ البحث:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام راوی بالاتفاق ثقہ وصدوق ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م: ۷۷۴ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وھذا اسناد علی شرط الشیخین. [البدایۃ و النھایۃ :۲۳۶/۶]

کہ یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م: ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

سندہ علی شرط الصحیح. [فتح الباری: ۴۳۸/۱۴] کہ اس کی سند بخاری کی شرط پر ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م: ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

ھذا حدیث صحیح الاسناد. [سیر اعلام النبلاء: ۴۵۳/۳] کہ یہ حدیث بہ لحاظ سند صحیح ہے۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ (م: ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں:

رواہ احمد وابویعلی والبزار، ورجال احمد رجال الصحیح. [مجمع الزوائد: ۱۲۰۲۵]

کہ اس حدیث کو احمد رحمہ اللہ وابویعلی رحمہ اللہ وبزار رحمہ اللہ نے روایت کیا اور احمد کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

اِس روایت پر واردشدہ اعتراضات کا تحقیقی جائزہ:

سندی تحقیق اور ائمہ محدثین کی گواہیوں سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بلاغبار صحیح ہے، مگر اس کے باجود بعض حضرات نے اِس پر بلا دلیل، لایعنی، فاسد اعتراضات وارد کیے ہیں، اَب اُن اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اعتراض ۱: کہا جاتا ہے کہ قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ آخری عمر میں سٹھیا گئے تھے، عارضہ اختلاط والتغیر میں مبتلا ہو گئے تھے۔ [ملخصاً: حدیث کلاب حوأب کا مصداق کون؟، مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ۵۹۷]

الجواب: یہ حدیث سیدنا قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے نقل کرنے والے امام اسماعیل بن بی خالد رحمہ اللہ ہیں، اور امام اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ کا امام قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے سماع بالتحقیق امام

قیس رحمہ اللہ کے عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے کا ہے۔جس پر دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متعدد ایسی احادیث موجود ہیں، جن کو امام قیس رحمہ اللہ علیہ سے نقل کرنے والے امام قیس رحمہ اللہ علیہ کے شاگرد امام اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ علیہ ہیں، اور جو راوی اختلاط کا شکار ہو گئے ہوں تو امام بخاری رحمہ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمہ اللہ علیہ اُن کے ایسے شاگردوں سے احادیث تخریج کرتے ہیں جن کا سماع قبل الاختلاط والتغیر ہوتا ہے۔[تہذیب الاسماء واللغات للنووی:۱/۲۴۲] اِس سے معلوم ہوا کہ امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ کا امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ سے سماع امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کے عارضہ اختلاط والتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے کا ہے۔جس سے ثابت ہو گیا کہ امام قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ نے عارضہ اختلاط والتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے حالت شعور میں پورے ہوش وحواس کے ساتھ یہ حدیث بیان کی تھی، لہٰذا اِس حدیث پر اختلاط کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

اَب اختصار کے پیش نظر صرف چند ایسی روایات صحیح بخاری ومسلم سے حاضر خدمت ہیں جن کو امام قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے امام اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ ہیں ملاحظہ فرمائیں:

نمبر۱: حدثنا الحمیدی قال حدثنا مروان بن معاویہ قال حدثنا اسماعیل عن قیس عن جریر بن عبداللہ قال کنا...الخ (الحدیث)،[صحیح بخاری، رقم: ۵۵٤،باب فضل صلاۃ الفجر]

نمبر۲: حدثنا شهاب بن عباد قال حدثنا ابراهيم بن حميد عن اسماعيلعن قيس قال سمعت ابامسعودرضی اللہ عنہ...الخ[صحیح بخاری، رقم: ۱۰٤۱،باب الصلوٰۃ فی کسوف الشمس]

نمبر۳: حدثنا ابن نمیر قال حدثنی ابی حدثنا اسماعیل عن قیس قال قال جریر...الخ(الحدیث)،[صحیح بخاری، رقم:۱٤۰۱،باب البیعۃ علی ایتاء الزکوٰۃ]

نمبر٤: حدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیرعن محمد بن بشر عن اسماعیل عن قیس عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ...الخ(الحدیث)،[صحیح بخاری، رقم ۲۵۳۰،باب اذاقال رجل لعبدہ ھو ---الخ]

نمبر۵: حدثنی محمد بن عبداللہ بن نمیر حدثنا ابن ادریس عن اسماعیل عن قیس عن جریر رضی اللہ عنہ.....--- الخ(الحدیث)،[صحیح بخاری، رقم۳۰۳۵،باب من لایثبت علی الخیل]

نمبر٦: حدثنا عمروبن عون حدثنا خالدبن عبداللہ عن اسماعیل عن قیس قال سمعت سعدا.....--- الخ (الحدیث)،[صحیح بخاری ، رقم:۳۷۲۸، باب مناقب سعدبن وقاص]

نمبر۷: حدثنا ابن نمیر عن محمد بن عبیدحدثنا اسماعیل عن قیس ان بلالا...الخ(الحدیث)،[صحیح بخاری ، رقم:۳۷۵۵،باب مناقب بلال بن رباح]

نمبر۸: حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا سفیان عن اسماعیل عن قیس قال سمعت سعید...الخ(الحدیث)،[صحیح بخاری، رقم:۳۸٦۲، باب اسلام سعیدبن زیدرضی اللہ عنہ]

نمبر۹: حدثنی عبداللہ بن ابی شیبۃ حدثنا وکیع عن اسماعیل عن قیس قال...الخ(الحدیث)،[صحیح بخاری، رقم:٤۰٦۳، باب اذھمت طائفتان منکم...الخ]

نمبر ۱۰: حدثنا ابراهیم بن موسیٰ اخبرنا عیسیٰ عن اسماعیل عن قیس انه سمع...الخ(الحدیث)،[صحیح بخاری، رقم: ٤١٥٦،باب غزوة الحديبية]

نمبر ۱۱: حدثنی محمد بن عبدالله بن نمير حدثنا ابی حدثنا اسماعيل عن قيس عن عقبة بن عامر...الخ(الحدیث)،[صحیح مسلم،رقم: ٢٦٥،باب فضل قراء ة المعوذتين]

نمبر ۱۲: حدثنا یحیی بن یحییٰ اخبرنا هشيم عن اسماعیل عن قیس بن ابی حازم عن ابی مسعود ...الخ(الحدیث)،[صحیح مسلم، رقم: ٢١، باب ذكر النداء بصلاة]

نمبر ۱۳: وحدثنا عبیدالله بن معاذ العنبری ویحیی بن حبیب قالاحدثنا معتمر عن اسماعیل عن قیس عن ابی مسعود...الخ (الحدیث)،[صحیح مسلم، رقم: ٢٢، باب ذكرالنداء بصلاة]

نمبر ۱٤: حدثنا محمد بن عبدالله بن نمير الهمدانی حدثنا ابی وو کیع وبن بشر عن اسماعیل عن قيس قال سمعت...الخ (الحدیث)،[صحیح مسلم، رقم: ١١، باب نكاح المتعة]

نمبر ۱۵: وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا وکیع ح و حدثنا ابن عمیر حدثنا وکیع وعبدالله کلاهما عن اسماعیل بن ابی خالدح وحدثنا ابن ابی عمرو اللفظ له حدثنا مروان یعنی الفزاری عن اسماعیل عن قیس عن المغیرة(الحدیث)،[صحیح مسلم، رقم: ١٧١ باب قوله صلى الله عليه وسلم لاتزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق...الخ]

نمبر ۱٦: وحدثنیه محمد بن رافع حدثنا ابواسامة حدثنی اسماعیل عن قیس قال... الخ(الحدیث)،[مسلم، رقم، باب قوله صلى الله عليه وسلم لاتزال طائفةمن امتی ظاهرين...الخ]

نمبر ۱۷: وحدثنا ابوبکر بن ابی شیة حدثنا وکیع وعبدالله بن نمیر عن اسماعیل عن قیس عن جرير...الخ(الحدیث)،[مسلم :٦٦ ،باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال وتواضعه....الخ]

نمبر ۱۸: حدثنا سریج بن یونس حدثنا هشیم عن اسماعیل عن قیس عن المغيرة---الخ(الحدیث)،[صحیح مسلم، رقم: ١١٥، باب فی الدجال واهون على الله عزوجل]

نمبر ۱۹: وحدثنا محمد بن عبدالله بن نمیرحدثنا ابی وابن بشرقال حدثنا اسماعیل عن قیس...الخ(الحدیث)،[صحیح مسلم: ١٢، كتاب الزهدوالرقاق]

نمبر ۲۰: وحدثنا ابن نمیر حدثنا عبدالله بن ادریس حدثنا اسماعیل عن قیس عن جرير...الخ(الحدیث)،[صحیح مسلم، رقم: ١٣٥، باب من فضائل جريربن عبدالله]

اعتراض ۲: امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ منکر الحدیث ہیں،ان سے منکر احادیث مروی ہیں،جن میں ایک حدیث،حدیثِ حوأب بھی ہے۔

الجواب: اولاً:......امام قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فی نفسہ سوفیصد ائمہ محدثین کے نزدیک روایت حدیث میں ثقہ وصدوق ہیں جیسا کہ سابقہ صفحات میں ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے پیش کیے جاچکے ہیں،جبکہ ان کے مقابلے میں ہمارے علم کے مطابق کسی ایک بھی معتدل محدث نے روایت حدیث میں ان کوضعیف نہیں کہا۔

ثـــانیـــاً :......امام یحییٰ قطان رحمہ اللہ کے ’منکر‘ کہنے سے مراد ’فرد مطلق‘ ہے، اصطلاحاً ’شاذ‘ کے مقابلے میں جو ’منکر‘ کا لفظ استعمال ہوتا ہے وہ یہاں قطعاً مراد نہیں ۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م: ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

مراد القطان بالمنکر الفرد المطلق. [تہذیب التہذیب:۶۹۱]

یحییٰ قطان رحمہ اللہ کے منکر کہنے سے مراد فرد مطلق ہے۔

اس اقتباس سے واضح ہوگیا کہ یحییٰ بن سعید کے قیس رحمہ اللہ کو منکر کہنے سے مراد یہ ہے کہ قیس رحمہ اللہ بعض روایات میں اکیلے اور منفرد ہوتے ہیں ۔اور ائمہ محدثین کے نزدیک کسی روایت میں ثقہ راوی کا اکیلے ہونا صحت حدیث کے منافی نہیں اور نہ ہی اس سے راوی کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حزم اندلسی الظاہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا فرق بين أن يروى العدل الراوى حديثاً فلا يرويه أحد غيره، أو يرويه غيره مرسلا، أو يرويه ضعفاء، وبين أن يروى الراوى العدل لفظة زائدة لم يروها غيره من رواة الحديث، وكل ذلک سواء واجب قبوله.....الخ. [الاحکام فی اصول الاحکام:۲/۲۱۷]

اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ عادل راوی کوئی ایسی حدیث بیان کرے جسے اس کے علاوہ دوسرا کوئی بھی بیان نہیں کرتا یا دوسرا اسے مرسل بیان کرتا ہے یا اسے ضعیف راوی بیان کرتے ہیں اور اس میں (بھی کوئی فرق نہیں) کہ عادل راوی کوئی لفظ زائد بیان کرے جسے اس کے علاوہ روایان حدیث میں سے کوئی بھی بیان نہ کرے اور یہ سب برابر ہے، اس کا قبول کرنا واجب ہے......الخ۔

ثالثاً :......یہ بھی واضح رہے کہ زیر بحث حدیثِ کلابِ حوأب کو مذکورہ معنی کے لحاظ سے بھی منکر کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسے قیس رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر روات نے بھی بیان کیا ہے اور اس کے متعدد معنوی شواہدات پائے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

جامع معمر بن راشد:۲۰۷۵۳، المعجم الاوسط للطبرانی :۶۱۲۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷۸۵، مسند البزار:۴۷۷۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی:۵۶۱۱۔

خلاصة التحقيق: مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بلاغبار بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے اور بعض احباب نے اس پر جو اعتراضات وارد کیے ہیں وہ سب خلافِ حقیقت ہیں اور اُصولِ حدیث کی روشنی میں مردود ہیں۔

نیاز احمد غفرلہ......رفیق: شعبہ تحقیق وتصنیف، الاعتدال اکیڈمی......۱۴۳۹/۲/۲ھ=۲۰۱۷/۱۰/۲۳ء

بہ سلسلہ زبیر علی زئی کا تعاقب
مفتی رب نواز حفظہ اللہ

مسئلہ امکانِ نظیر اور آلِ غیر مقلدیت

(......قسط:۱......)

زبیر علی زئی

ایک شاذ ومردود [۴۵۱] روایت کی بنیاد پر آلِ دیوبند [۴۵۲] کا یہ عقیدہ ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (خاتم النبیین) جیسے نبی (خاتم النبیین) ہیں [۴۵۳]!

اس دیوبندی عقیدے کی وجہ سے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور ختمِ نبوت پر سخت زد پڑتی [۴۵۴] ہے، لہٰذا راقم الحروف نے اس دیوبندی عقیدے کو غلط اور گندا عقیدہ قرار دیا [۴۵۵] ہے۔

الجواب:

۴۵۱

جس روایت کو علی زئی صاحب مردود قرار دے رہے ہیں وہ یہ ہے:

أخبرنا أحمد بن يعقوب الثقفي حدثنا عبيد بن غنام النخعي أنبأ نا على بن حكيم حدثنا شريك عن عطاء بن السائب عن أبي الضحى عن ابن عباس رضى الله عنهما أنه قال: الله الذى خلق سبع سموات و من الارض مثلهن. قال سبع أرضين فى كل أرض نبى كنبيكم و آدم كادم و نوح كنوح و إبراهيم كإبراهيم و عيسى كعيسى هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه. [مستدرک حاکم:۲/۴۹۳] ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ زمینیں سات ہیں۔ ہر زمین میں نبی اس طرح ہوئے جس طرح تمہارے ہاں آدم کے ساتھ آدم اور نوح کے ساتھ نوح، ابراہیم کی طرح ابراہیم اور عیسیٰ کی طرح عیسیٰ۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے تلخيص المستدرك میں اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ حاکم نے اس کی متابعت میں محمد بن صبیح تک ایک دوسرا سلسلہ سند بھی پیش کیا ہے۔

[مقدمہ تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس:۸، ۹]

یہ روایت مردود نہیں، صحیح ہے اور اس کی صحت کو خود آلِ غیر مقلدیت بھی تسلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ ان کے فتاویٰ میں لکھا ہے:

''حاکم نے مستدرک میں عبید بن نخعی کے ذریعہ سے روایت کیا ہے، اس نے علی بن حکیم سے، اس

نے شریک سے، اس نے عطاء بن سائب سے، اس نے ابوالضحیٰ سے، اس نے ابنِ عباس سے، انہوں نے کہا کہ ہر زمین میں ایک نبی ہے تمہارے نبی جیسا، اور تمہارے آدم جیسا آدم ہے، تمہارے نوح جیسا نوح ہے، تمہارے عیسیٰ جیسا عیسیٰ ہے، اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔'' [فتاویٰ نذیریہ: ۱/۶۶]

امام آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان لکھتے ہیں:

''یہ اثر ابنِ عباس سے موقوفاً صحیح ہے۔'' [لغات الحدیث: ۲/۲۸،س]

امیر احمد سہسوانی غیر مقلد کا امکانِ نظیر کے اثبات میں ایک مناظر ہوا، جسے ''مناظرہ احمدیہ'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اس مناظرہ میں سات زمینوں والی حدیث کو صحیح قرار دیا گیا ہے چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

سہسوانی صاحب کہتے ہیں:

''حدیث ابن عباسؓ جو حاکم اور بیہقی اور ابنِ جریر طبری اور ابنِ ابی حاتم وغیرہم نے بسند صحیح روایت کی ہے...رسالہ سیف الاسلام میں جلال الدین سیوطی کو اجلہ محققین سے قرار دیا ہے اور انہوں نے تفسیر درمنثور اور تدریب الراوی میں حدیث ان اللہ خلق سبع اربعین کی تخریج و تصحیح کی ہے۔''

[مناظرہ احمدیہ: ۲۶]

اسی مناظرہ احمدیہ میں ہے:

''صحیح حدیث میں وارد ہے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیکم و عیسٰی کعیساکم و نبی کنبیکم.'' [مناظرہ احمدیہ: ۴۲]

اسی کتاب میں مزید لکھا ہے:

''جلال الدین سیوطی نے جن سے مجلس مولد کے استحسان میں سند لاتے ہو اور ان کو اکابر اہلِ سنت سے معدود کرتے ہو تدریب الراوی شرح تقریب النواوی اور تفسیر درمنثور میں اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ: ۴۳]

شریف احمد صاحب لکھتے ہیں:

''حدیث ابن عباس صحیح حکم مرفوع ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ: ۴۶]

عبد الکریم ملتانی صاحب لکھتے ہیں:

''پس تضعیف حلبی اور قسطلانی بمقابلہ تصحیح حاکم و بیہقی وغیرہما کس شمار میں آسکتی ہے اور کب لائقِ اعتبار ہوسکتی ہے انصاف شرط ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ: ۴۸]

محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد نے امیر احمد سہسوانی کے حالات میں اس مناظرہ کا تذکرہ کیا۔

آخر میں لکھا:

''اس مناظرے کی تفصیل سید محمد نذیر سہسوانی نے ''مناظرہ احمدیہ'' کے نام سے شائع کی۔''

[چمنستانِ حدیث:۶۹]

غیر مقلدین کی مذکورہ بالا عبارات سے ثابت ہوا کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ صحیح ہے۔ یہاں قارئین کے علم میں ہم یہ بات لانا چاہتے ہیں کہ علی زئی صاحب اس حدیث کو ''شاذ و مردود روایت'' کہنے میں اپنے غیر مقلدین کی مخالفت اور بریلویوں کی تائید کر رہے ہیں۔ بریلوی مؤلف نے علی زئی صاحب کی مذکورہ عبارت کو اپنی تائید میں نقل کیا ہے۔[اہل سنت کی حقانیت غیر مقلدین کے قلم سے:۱۱ مؤلفہ عباس قادری رضوی]

۴۵۲

علی زئی صاحب نے دیوبندیوں کی طرف نسبت کی ہے کہ ان کے نزدیک ہر زمین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خاتم النبین ہے جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ دیوبندی علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مطلقاً خاتم مانتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے تحقیق فرمائی ہے کہ آپ کی خاتمیت کچھ اسی زمین سے خاص نہیں آپ علی الاطلاق خاتم النبیین ہیں۔ اُن زمینوں کے خاتم اپنی زمین کی نسبت سے تو وہاں کے خاتم ہوں گے لیکن تمام زمینوں کو سامنے رکھیں تو تمام انبیاء کے خاتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے، آپ کے ساتھ وہاں آنے والا نبی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پہلے ہوا ہوگا۔اور اگر آپ کے دَور میں بھی وہاں نبی آیا ہو تو وہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع رہا ہوگا۔آپ کے بعد کسی زمین میں کسی اور نبی کا ہونا یہ درست نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانی اور مکانی ہر اعتبار سے آخری نبی ہیں اور علی الاطلاق خاتم النبیین ہیں اور مرتبہ میں بھی کوئی حضور سے آگے نہیں۔'' [مقدمہ تحذیر الناس من انکار اثر ابنِ عباس:۸]

یہاں یہ بات بہت دلچسپ ہے کہ علی زئی صاحب نے جس روایت کو مردود قرار دیا ہے، ان کے آلِ غیر مقلدیت اسی روایت کو مدار بنا کر اس سے اپنا عقیدہ اخذ کر چکے ہیں نہ صرف یہ کہ انہوں نے اسے عقیدہ کے طور پر لیا ہے بلکہ مخالف کو بدعقیدہ کہا جیسا کہ آگے حاشیہ:۴۵۳ میں بحوالہ آ رہا ہے ان شاءاللہ۔

مزید یہ کہ اس عقیدہ کے دفاع میں مخالف سے مناظرہ بھی کیا جسے ''مناظرہ احمدیہ'' کے نام سے شائع کر کے لوگوں تک پہنچایا ہے جیسا کہ اوپر حاشیہ ۴۵۱ر میں مذکور ہوا۔

۴۵۳

۱......دیوبندی علماء نے مطلقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم تسلیم کیا ہے۔ دیکھئے حاشیہ:۴۵۲

یہ بھی معلوم رہے کہ غیر مقلدین نے اسی روایت کے مطابق سات زمینوں والے مضمون کو اپنا عقیدہ بنایا ہے۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

غیر مقلدین کے فتاویٰ کا ایک سوال اور اس کا جواب پڑھیے:

''**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے حدیث ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیکم و عیسیٰ کعیساکم و نبی کنبیکم کفر ہے اور جو اِس کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے اور جو اس کے ناقل ہیں وہ کافر ہیں۔ اور عمرو کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور جو اس کا اعتقاد رکھے وہ مسلم صحیح الاعتقاد ہے اور جو اس کے ناقل ہیں وہ ائمہ دین وہداۃ مسلمین ہیں ان دونوں قولوں میں سے کون سا قول صحیح ہے، اور کون غلط، اور زید مسلمان ہے یا کافر ہے بینوا توجروا۔

الجواب: زید جھوٹا اور فاسد الاعتقاد اور عمر سچا ہے اور صحیح الاعتقاد، اور اعتقاد زید کا درست نہیں ہے اور جہالت ہے، کیونکہ حدیث مذکور مستدرک حاکم وتفسیر ابن جریر وغیرہ میں موجود ہے، اور اس کے ائمہ دین مثل ترجمان القرآن حضرت ابن عباس اور ابوالضحیٰ، اور شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث اور عطاء بن السائب اور عطا بن یسار اور عمرو بن مرہ ومحمد بن المثنیٰ اور عمرو بن علی اور محمد بن جعفر اور عبید بن غنام اور علی بن حکیم وشریک اور حاکم اور بیہقی وجلال الدین سیوطی کہ مستند مخالفین کے ہیں، اور محمد بن جریر طبری کہ بڑے معتمد مخالفین کے ہیں اور ابن ابی حاتم کہ بڑے محدث ہیں اور عبید بن حمید اور ابن الضریس اور ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری وغیرہم قائل یا ناقل ہیں...موافق قاعدہ محدثین کے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے، پس معاذ اللہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت پہنچتی ہے۔'' [فتاویٰ نذیریہ: ۱/۶۵]

یہ فتویٰ سید احمد نقوی سہسوانی کا ہے اور اس کی تائید میاں نذیر حسین، سید محمد اسد علی، محمد حسین اور سید شریف حسین نے کی ہے۔ یعنی آلِ غیر مقلدیت کے پنج تن حضرات کا فتویٰ علی زئی صاحب کے خلاف ہے۔

مذکورہ فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ حدیثِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے مضمون کو غلط عقیدہ قرار دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر حرف آتا ہے۔ العیاذ باللہ

فتاویٰ نذیریہ کی عبارت حدیث ابن عباس رضی اللہ کے مضمون کو غلط عقیدہ کہنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

امام آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان لکھتے ہیں:

''ابن عباسؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کی ہیں ہر ایک زمین میں ایک آدم ہے

تمہارے آدم کی طرح اور ایک نوح ہیں تمہارے نوح کی طرح ایک پیغمبر ہیں تمہارے پیغمبر کی طرح۔ یہ اثر ابن عباس سے موقوفاً صحیح ہے۔'' [لغات الحدیث: ۲/۲۸، س]

امیر احمد سہسوانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''خاتم النبیین جاننے خاتم النبیین میں ہم اور ہمارے مخالفین برابر ہیں، فقط فرق اتنا ہے کہ ہم لوگ کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کو قدرت ہے ایک عالَم مانند اس عالَم کے اور پیدا کر دے اور اس میں بھی سلسلہ انبیاء کا مانند اس عالَم کے ہو اور مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں ہو کہ وہ خاتم وہاں کے انبیاء کا ہو اور حدیث ابن عباسؓ جو حاکم اور بیہقی اور ابنِ جریر طبری اور ابنِ ابی حاتم وغیرہم نے بسند صحیح روایت کی ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عالَم کے سوا اور عوالم اور زمینوں میں واقع بھی ہیں۔'' [مناظرہ احمدیہ: ۲۵]

سہسوانی صاحب مزید کہتے ہیں:

''باقی رہی گفتگو اور زمینوں میں سوا اس کا حال یہ ہے کہ بموجب حدیث شریف ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیکم و عیسیٰ کعیساکم و نبی کنبیکم جس کی تخریج بیہقی اور ابنِ جریر اور حاکم نے مفصلاً اور عبد بن حمید اور ابن الضریس نے مجملاً کی ہے اور حاکم اور بیہقی نے اس کو صحیح کہا ہے اور وہ فتح الباری شرح صحیح البخاری اور شعب الایمان اور کتاب الاسماء والصفات اور مستدرک حاکم اور تفسیر در منثور اور تدریب الراوی شرح تقریب النواوی اور تفسیر روح البیان اور کمالین حاشیہ تفسیر جلالین اور تفسیر مظہری وغیرہا میں موجود ہے اور اس کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عطاء بن السائب اور ابوالضحیٰ اور شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث اور عطا بن یسار اور عمرو بن مرہ اور محمد بن مثنی اور عمر بن علی اور محمد بن جعفر اور عبید بن غنام اور علی بن حکیم اور شریک اور حاکم اور بیہقی اور جلال الدین سیوطی اور ابن ابی حاتم اور عبد بن حمید اور ابن الضریس وغیرہم قائل ہیں بلکہ حضرت ابنِ عباس نے اس کے انکار کرنے والے کو کافر کہا ہے اور زمینوں میں چھ شخص مثل حضرت آدم اور ایسی ہی مثل حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ اور جناب رسالت مآب علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام موجود و متحقق ہیں جیسے حضرات انبیاء مثل حضرت موسیٰ و حضرت نوح و حضرت ابراہیم و جناب رسالت مآب علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی زمین پر اپنی قبور میں زندہ ہیں بموجب حدیث شریف ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء نہ یہ کہ سوائے حیاتِ برزخیہ کے حیاتِ دنیویہ ان کو حاصل ہے اور جس شخص نے حدیث مذکور میں جن وجوہ سے کلام کیا ہے وہ سب باطل و ناتمام ہیں۔'' [مناظرہ احمدیہ: ۳۹]

سہسوانی صاحب کی ایک اور عبارت پڑھیے!

''پس جو شخص اور طبقات زمین میں چھ شخص مثل جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

آدم اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام بتاوے وہ شخص صحیح العقیدہ ہے اور یہی عقیدہ صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین اور ائمہ محدثین بلکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا لکون الحدیث مرفوعًا حکمًا.'' [مناظرہ احمدیہ:۴۴]

مناظرہ احمدیہ کی مذکورہ بالا عبارتوں سے ثابت امور اوران پر تبصرہ درج ذیل ہے۔

۱......دوسری زمینوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل موجود ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ دیو بندی علماء تو مثل کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق خاتم مانتے ہیں۔اس کے باوجود علی زئی صاحب اپنوں سے چپ سادھے ہوئے ہیں اور دیوبندی علماء پر فتویٰ بازی کر رہے ہیں!!

۲......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے سات زمینوں والی حدیث کے انکار کرنے والے کو کافر کہا ہے۔مناظرہ احمدیہ کی درج ذیل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

''اس کے منکر کو اگر باقتدیٰ حضرت ابنِ عباس ؓ کافر کہیں تو ہوسکتا ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ:۲۶]

حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے منکرین مذکورہ بالا عبارات کو بار بار پڑھیں۔

۳......حاکم اور بیہقی نے حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو صحیح کہا ہے۔

۴......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لے کر ابن الضریس تک عبارت میں مذکور سارے برگزیدہ حضرات سات زمینوں والی حدیث میں درج مضمون کے قائل ہیں...اُن کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

۵......حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما میں مذکور عقیدہ صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین اور ائمہ محدثین بلکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا....جب یہ ساری مقتدر شخصیات حدیث ابن عباس میں درج مضمون کی قائل ہیں تو علی زئی صاحب وغیرہ منکرین کے پاس باقی کیا بچتا ہے؟

۶......حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی زمین پر اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

۴۵۴

حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو ماننے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار لازم نہیں آتا جیسا کہ اس کا اعتراف خود غیر مقلد علماء نے کیا ہے حوالہ جات آگے درج ہوں گے۔ان شاء اللہ۔

ان حوالہ جات کو درج کرنے سے پہلے ہم قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ مخالف بھی مانتے ہیں کہ علمائے دیوبند خاص کر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ عقیدہ ختم نبوت کے قائل ہیں۔

قمر الدین سیالوی بریلوی کہتے ہیں:

''میں نے تحذیر الناس کو دیکھا، میں مولانا محمد قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں، مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین [بریلویوں وغیرہ (ناقل)] کی سمجھ نہیں گئی۔ قضیۂ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے۔'' [ڈھول کی آواز مؤلفہ کامل الدین رتو کالوی بحوالہ مقدمہ تحذیر الناس: ۲۸]

بریلویوں کے پیر کرم شاہ بھیروی نے کامل الدین رتو کالوی کو دو صفحات کا خط تحریر کیا۔ اس میں حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کا عقیدہ ختمِ نبوت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولانا خاتم النبیین کی صفت تخلیق فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ختمِ نبوت کے دو مفہوم ہیں ایک وہ ہے جہاں تک عوام کی عقل وخرد کی رسائی ہے اور دوسرا وہ ہے جسے خواص ہی خداداد نورِ فراست سے سمجھ سکتے ہیں۔ عوام کے نزدیک تو ختمِ نبوۃ کا اتنا ہی مفہوم ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور حضور کے بعد اور کوئی نبی نہیں آسکتا اور بے شک یہ درست ہے اس میں کسی کو کلام نہیں اور نہ کسی کو مجالِ شک ہے اور اس میں شک کرنے والا دائرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہے جس طرح دوسری ضروریاتِ دین سے انکار کرنے والا لیکن اس کے علاوہ ختمِ نبوۃ کا دوسرا مفہوم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ....''

[خط پیر کرم شاہ بھیروی قلمی: ۱]

بھیروی صاحب نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے بیان کردہ عقیدہ ختمِ نبوۃ کی تحسین کرتے ہوئے مزید لکھا:

''ختمِ نبوت کا یہ ہمہ گیر مفہوم جو مبداء اور مآل ابتداء اور انتہاء کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اگر امت مرزائیہ [اور بریلوی ٹولہ (ناقل)] کی علمی سطح سے بلند تر ہو تو اس میں کسی کا کیا قصور؟''

[خط پیر کرم شاہ بھیروی: ۲]

بھیروی صاحب کے خط کا عکس ''مقدمہ تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس: ۳۰، ۳۱'' پر دیکھ سکتے ہیں۔

بھیروی صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتویؒ عقیدہ ختمِ نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباس بطورِ عبارت النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتویؒ ختمِ نبوت زمانی کو ضروریاتِ دین سے یقین کرتے تھے اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے انہوں نے اس بات کو صراحت سے ذکر کیا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت زمانی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' [تحذیر الناس میری نظر میں: ۵۸]

بریلوی خطیب محمد شفیع اوکاڑوی نے علمائے دیوبند پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگایا تو محمود احمد میرپوری (سابق امیر جمعیت اہلِ حدیث یورپ) نے اس کے جواب میں کہا:

''علماء کی اس جماعت پر ختمِ نبوت کا منکر ہونے کا الزام لگا دیا، جن کی پیشانیاں ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے دی جانے والی قربانیوں سے منور ہیں اور جن کے قائدین نے تحریک ختمِ نبوت میں وہ عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے جو تاریخ کا ایک مستقل باب بن چکے ہیں، اور جنہیں اوکاڑوی صاحب [اور زبیر علی زئی غیر مقلد (ناقل)] جیسا کوئی پیشہ ور واعظ ہرگز نہیں مٹا سکتا۔''

[تلخ وشیریں:۲۱ بحوالہ المهند الديوبندي على عنق المفترى :۱۷۲]

مزید حوالہ جات بندہ نے اپنی کتاب ''غیر مقلدین کا علمائے دیوبند کو خراجِ تحسین'' میں نقل کر دیئے ہیں۔ یہ کتاب مجلّہ ''الفتحیہ احمد پور شرقیہ'' میں قسط وار شائع ہو رہی ہے پچاس قسطیں شائع ہوگئی ہیں۔ والحمد لله ۔

مخالفین کے مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہوا کہ علمائے دیوبند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کے قائل ہیں والفضل ماشهدت به الاعداء .

اوپر حاشیہ: ۴۵۳ میں مذکور ہے کہ غیر مقلدین نے حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے مضمون کو تسلیم کیا ہے۔

پھر جب مخالف کی طرف سے اعتراض ہوا کہ اس روایت کو ماننے کی وجہ سے ختمِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے تو انہوں نے اس کا جواب بھی تحریر کیا۔ علی زئی صاحب کے ہم نوا ذیل میں اس جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔

امیر احمد سہسوانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''خاتم النبیین ہونا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ کہ بہ نسبت جمیع سلاسل وعوالم کے۔ پس قائل اور مخلوقات کا اور زمینوں میں ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین ہونے حضرت افضل المرسلین کے نہیں۔'' [مناظرہ احمدیہ:۲۴]

مناظرہ احمدیہ کی عبارات میں جو یہ کہا گیا ہے کہ حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما عقیدہ ختمِ نبوت کے خلاف نہیں یہ بات درست ہے باقی اُن عبارتوں کے ہر جملہ سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں۔

سہسوانی صاحب آگے کہتے ہیں:

''خاتم النبیین میں جمع محلی باللام ہے اور مراد اس سے یہاں وہ انبیاء ہیں کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت افضل المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین تک مخلوق ہوئی۔ پس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ان کے ہیں اور اعتراض معترض کا ہذیان بین البطلان ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ:۲۵]

''اعتراض معترض کا ہذیان بین البطلان ہے'' جملہ پر نگاہ رہے۔

سہسوانی صاحب مزید فرماتے ہیں:

''پس ایسے امر صاف کو موجب انکارِ ختمِ نبوت حضرت خاتم النبیین سمجھنا بجز سفاہت کے اور کیا ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ:۲۶]

علی زئی صاحب وغیرہ منکرین کا مقام لفظ ''سفاہت'' سے سمجھا جاسکتا ہے۔

آگے پڑھیے!:

''اگر یہ روایت خدانخواستہ مخالف عقائد مسلمین اور کفر ہوتی تو حضرت ابنِ عباس اس کو کیوں روایت کرتے اور محدثین متقدمین اور متاخرین اس کو کیوں روایت کرتے اور اپنی کتابوں میں لکھتے۔''

[مناظرہ احمدیہ:۴۴]

امام آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان نے حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

''اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اور زمینوں کے آخری پیغمبر درجہ اور مرتبہ میں ہمارے ہمارے آخری پیغمبر کے برابر ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُن زمینوں میں بھی ایک آخری پیغمبر ہیں۔'' [لغات الحدیث:۲/۲۸،س]

علی زئی صاحب تو حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے مضمون کو ''عقیدہ ختم نبوت'' کے متصادم قرار دے رہے ہیں جب کہ اس کے بالمقابل غیر مقلدین کے شائع کردہ رسالہ ''مناظرہ احمدیہ'' میں کسی ''مولوی شریف احمد'' کا بیان درج ہے جس میں حدیثِ ابنِ عباس کے مخالف کو ''منکرِ ختمِ نبوت'' کہا ہے۔

ملاحظہ ہو:

''منکر اس کا درحقیقت منکر خبر آنحضرت ہے اور غیر مصدق اس کا اور بقول تور بشتی آپ کے مستند کے ایسا شخص معتقدِ نبوت آنحضرت نہیں ہے اور وہ منکر ختم نبوت ہے'' [مناظرہ احمدیہ:۴۶]

۴۵۵

۱......علمائے دیوبند کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق خاتم ہیں یعنی اس زمین کے بھی اور دوسری زمینوں کے بھی۔ جب کہ دوسری زمینوں میں خاتم صرف اپنی اپنی زمین کے خاتم ہیں۔ جیسا کہ حاشیہ:۴۵۲ میں مذکور ہوا۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ دیوبندیوں کے نزدیک ہر زمین میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین جیسے خاتم النبیین ہیں۔

۲......علی زئی صاحب نے حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت شدہ مضمون کو ''غلط اور گندا'' کہہ تو دیا ہے مگر اسے دلائل سے غلط اور گندا ثابت نہیں کر سکے۔

علی زئی صاحب نے اس عقیدہ کے گندا ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ اس سے عقیدہ ختمِ نبوت پر زَد آتی ہے جب کہ خود آلِ غیر مقلدیت نے گواہی دے دی ہے کہ اس سے عقیدہ ختمِ نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا

دیکھئے حاشیہ: ۴۵۴

۳......ہم نے غیر مقلدین کے حوالے اوپر نقل کر دیئے ہیں کہ وہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مضمون کو قبول کیے ہوئے ہیں۔ دیکھئے حاشیہ: ۴۵۳

اگر علی زئی صاحب اس حدیث کے مضمون کو گندا عقیدہ قرار دیتے ہیں تو ان کے آلِ غیر مقلدیت گندا عقیدہ کے حامل ٹھہرتے ہیں۔

فائدہ:

حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما پر بحث کرتے ہوئے آخر میں دو باتیں اتماماً للفائدۃ عرض کی جاتی ہیں۔

۱......بعض لوگ حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے یہ روایت اسرائیلیات سے لی ہے۔

شریف احمد صاحب نے اس کا جواب دیتے ہوئے دو وجوہ سے اس اعتراض کو باطل کہا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

''دووجہ سے باطل ہے اول: ابن عباسؓ ان صحابہ میں نہیں ہیں جو اسرائیلیات سے لیتے تھے مانند عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن عمرو...دوم نبی کنبیکم میں تصریح نبوت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اگر اسرائیلیات میں یہ ہوتا تو اسرائیلیوں کو انکارِ نبوت آنحضرت سے کیونکر ہو۔'' [مناظرہ احمدیہ: ۴۶]

۲......مناظرہ احمدیہ میں حدیث ابنِ عباس رضی اللہ عنہما پر بحث کرتے ہوئے مخالف سے سوال کیا گیا ہے:

''جو جو شخص حدیثِ مذکور کو نقل کرتے آئے ہیں مثل حضرت ابن عباس اور ابو الضحیٰ اور عطاء بن سائب اور حاکم اور بیہقی اور جلال الدین سیوطی وغیرہم وہ آپ کے نزدیک کافر تھے یا مسلمان اور جو اُن کو کافر کہے وہ آپ کے نزدیک صحیح العقیدہ ہے یا فاسد العقیدہ اور آپ کا یہی عقیدہ ہے یا نہیں''

[مناظرہ احمدیہ: ۴۴]

مناظرہ احمدیہ کی طباعت کے وقت موجود مخالف کی طرح دَورِ حاضر کے مخالفین یعنی علی زئی صاحب کے ہم عقیدہ لوگوں سے بھی مذکورہ بالا سوال ہوسکتا ہے۔ (جاری ہے۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

کلمۂ شکر: رسالہ ''مناظرہ احمدیہ'' کی کاپی مجھے حضرت مولانا ابوایوب قادری حفظہ اللہ (جھنگ) نے ارسال کی، اس تعاون پر میں ان کا شکر گزار ہوں جزاھم اللہ۔ (رب نواز عفی عنہ)

☆......☆......☆......☆

حضرت امام شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ

واقعہ حوأب سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض کا جواب

اعتراض ۳:

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف حضور ﷺ کی مخالفت فرمائی بلکہ اس پر جمی بھی رہیں۔ اِس اِجمال کی تفصیل یہ ہے کہ: نعیم بن حماد نے ’’کتاب الفتن‘‘ میں اور محمد بن مسکویہ نے ’’تجارب الامم‘‘ میں اور ابن قتیبہ نے ’’کتاب السیاسۃ‘‘ میں ایک روایت یوں بیان کی کہ جب جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لشکر راستہ میں ایک ایسے مقام سے گذرا جہاں پانی تھا تو وہاں کتوں نے بھونکنا شروع کردیا، جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس پانی کا کیا نام ہے؟ اُنھوں نے بتایا کہ اسے ’’حوأب‘‘ کہتے ہیں۔ (یہ) سن کر آپ فرمانے لگیں: مجھے یہاں سے واپس لے چلو! جناب محمد بن طلحہ نے پوچھا: آخر کیوں؟ آپ نے فرمایا: میں حضور ﷺ کو اپنی زواج سے یہ فرماتے سنا ہے: ’’کأنّی إحدٰکنّ تنبحھا کلاب الحوأب، فإیاك أن تکونی یاحمیراء.‘‘ گویا میں تم میں سے ایک پر حوأب کے کتوں کو بھونکتا دیکھتا ہوں۔ تو اے حمیرا! تم وہ نہ ہونا۔‘‘

پس یہ ممانعت یاد ہونے کے باوجود آپ وہاں سے واپس نہ ہوئیں۔

جواب:

جو روایات ان لوگوں نے بیان کی ہیں، یہ بات تو ان سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ اور اہل سنت کی روایات میں بصراحت آپ کے یہ الفاظ ملتے ہیں: ردونی، ردونی. (مجھے واپس لے چلو! مجھے واپس لے چلو!)۔ اسی کے ساتھ ان کی روایات میں بطورِ تتمہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے واپسی میں پس و پیش کیا، مگر اہل لشکر نے اس سلسلہ میں آپ سے موافقت نہ کی اور باہم اختلاف رائے پیدا ہوا۔ اسی دوران مروان بن حکم اور دوسرے لشکری قریب کے دیہات و آبادی سے اسی (۸۰) ایسے افراد کو بطورِ گواہ لائے، یہ کہتے تھے کہ: یہ پانی حوأب نہیں کہلاتا۔ بلکہ وہ کوئی اور پانی ہے۔ اس گواہی کے بعد آپ رضی اللہ عنہا آگے روانہ ہوئیں۔

یہ جواب تو روایت کے مقابلے میں روایت سے تھا۔ اب از روئے درایت اور جواب ملاحظہ فرمایئے کہ: حدیث میں پانی پر سے گزرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ حضور ﷺ ایک مصیبت سے جو ان میں سے کسی کو پیش آسکتی ہے، اس سے خبردار فرمارہے ہیں۔ اس حدیث سے ’نہی‘ سمجھنا اور مخالفت رسول پر اصرار

اور ضد کی نسبت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف کرنا کس طرح ممکن ہے؟ خاص کر اس صورت میں جبکہ "ایاكِ أن تكونی یا حمیراء" کے الفاظ اہل سنت کی معتبر و مستند کتابوں میں موجود ہی نہیں ہیں۔ اور اگر بالفرض موجود بھی ہوں تو ان کا مطلب وہی ہوگا جیسے کوئی سربراہِ خاندان افرادِ خاندان کو اونچ نیچ سمجھاتے ہوئے آئندہ پیش آنے والے خطرات وخدشات سے آگاہ کرے اور ڈرائے۔ جناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد اسی قسم کی پیش بینی اور احتیاط کے لیے تھا۔ یہ ''شرعی نہی'' نہیں تھی جس کی مخالفت معصیت کہلاتی ہے۔ صراحتاً شرعی نہی کی عدم موجودگی میں آپ رضی اللہ عنہا کے عمل کو معصیت قرار دے کر طعن کرنا سوائے تعصب وبغض وعناد کے کچھ نہیں۔......

حقیقت میں بنظر انصاف دیکھا جائے تو ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا تو اپنے اصرار میں معذور بھی تھیں، مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت ان کو کہاں معلوم تھا کہ راستہ میں چشمہ حوأب بھی پڑے گا اور اس پر سے گزرنا' ناگزیر بھی ہوگا۔ اور پھر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ وہی مقام ہے تو واپسی کا ارادہ بھی کیا، مگر لشکر نے موافقت نہ کی، اس لیے اس پر عمل نہ ہوسکا۔ اور پھر حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو کیا کرنا چاہیے۔ آپ کا مقصدِ سفر چونکہ باہم صلح وصفائی بین المسلمین تھا جو اپنی جگہ اہم تو ہے ہی، مگر شرعاً اس کا حکم بھی ہے۔ اسی کے پیشِ نظر آپ نے سفر جاری رکھا۔ [تحفہ اثنا عشریہ، مترجم: ۶۳۳_۶۳۴]

(صفحہ نمبر 2/ کا بقیہ)

(۴)......استاذالمفتیین حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ [خیر الفتاویٰ میں] لکھتے ہیں:

''شیعہ امام پر ''نبی'' کے لفظ کا اطلاق نہیں کرتے، لیکن حقیقت ومعنی نبوت اس کے لیے ثابت کرتے ہیں۔ ایسے عقیدہ امامت سے آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت کی نفی لازم آتی ہے۔'' [۱/۴۳۴]

(۵)......حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''گویا اِس سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔..... اگرچہ نبی کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا، لیکن لوازمات سارے کے سارے وہی آگئے۔'' [خطبات حکیم العصر: ۱۶۵/۵]

(۶)......سلطان العلماء حضرت مولانا علامہ خالد محمود مدظلہم لکھتے ہیں:

''اِس صورت کے منکر عنوانِ ختم نبوت کے منکر نہیں، لیکن حقیقتِ ختم نبوت کے منکر صریحاً ہیں، عقیدہ ختم نبوت کوئی لفظوں کا کھیل نہیں کہ لفظ نبی کی روک تو تسلیم کرلی جائے اور نبوت کی حقیقت اور معنویت امامت کے نام سے جاری رکھی جائے۔...... جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کچھ ایسے افراد بھی اس امت میں پیدا ہوں گے جو مامور من اللہ اور معصوم ہوں تو ایسا اعتقاد رکھنے والا عقیدہ ختم نبوت کا قطعاً قائل نہیں، خواہ زبان سے ہزار دفعہ حضور ﷺ کو خاتم النبیین کہتا رہے۔'' [عبقات: ۲۳۰]